جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جلد ۳ | جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ / جون ۲۰۰۸ء | شمارہ ۶



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ جون ۲۰۰۸ء



کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کی سوسالہ جدوجہد اور قادیانی فتنہ

فتنۂ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہوئی، اس طرح ۲۶ رمئی ۲۰۰۸ء کو متنبّی پنجاب کی موت پر پوری ایک صدی مکمل ہوئی۔ قادیانی گروہ خلافت گولڈن جوبلی کے نام سے اس روز اپنی تقریبات منعقد کرنے کی کوشش میں تھے جبکہ مسلمانوں نے اس تاریخ کو یوم نجات سمجھتے ہوئے پورے ملک میں بھرپور اجتماعات اور تقریبات کا اہتمام کیا جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مجددیت، مہدیت اور نبوت کے علاوہ اس کی سیرت، کردار سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ غلام احمد قادیانی کو مجدد، مہدی ماننا تو دور کی بات ہے ایک شریف انسان ثابت کرنا بھی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ یہ شخص بلاشبہ دائرۂ اسلام سے خارج، مرتد اور زندیق ہے اس کے ماننے والے بھی کافر اور زندیق وملحد ہیں، پوری امت مسلمہ کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مختلف دعاوی کاذبہ کے بعد بالآخر ۱۹۰۱ء میں رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' لکھ کر اس میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ علماء لدھیانہ اگرچہ بہت پہلے ہی اسے کافر قرار دے چکے تھے لیکن اس وقت تک اس نے کھل کر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور اپنے دیگر کفریہ اقوال میں بھی وہ تاویل کا سہارا لیتا تھا، اس اشتباہ کی وجہ سے دیگر اہل علم کو اس کی تکفیر میں تامل رہا، لیکن جب اس نے کھل کر نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر تمام مکاتب فکر کے سب علماء کرام نے متفقہ طور پر اسے مرتد اور زندیق قرار دے دیا اور اب اس میں کسی دوسری رائے کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

غلام احمد قادیانی ایک عرصہ تک مسلمان بن کر دین اسلام کی خیرخواہی ظاہر کرتا رہا اور اس نے بظاہر غیر مسلموں کے خلاف کتابیں بھی لکھیں اور اپنے تئیں اسلام کی حقانیت کو بھی ثابت کیا، لیکن درحقیقت وہ اسلام کا دشمن اور انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا، کچھ عرصہ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر رکھا، لیکن رفتہ رفتہ

مجددیت ،مہدیت کے دعوے کرتے ہوئے وہ عیسیٰ مسیح اور مدعی نبوت بن بیٹھا۔انگریز کا منشا بھی یہی تھا کہ اسلام کے خلاف اپنے خودکاشتہ پودے کو پروان چڑھایا جائے ،اس لئے اس نے ہرطرح اس کی امداد کی جس کے نتیجہ میں مرزا غلام احمد نے نمک حلالی کرتے ہوئے اسلام کی مخالفت کی اور انگریز کی حمایت کا حق ادا کیا۔

حضرات علماء کرام شکر اللہ مساعیہم جنہوں نے ہمیشہ ہر دور میں ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور احقاق حق ،ابطال باطل کے فریضہ کو مکمل طور پر پورا فرمایا اس فتنہ کا بھی بھرپور تعاقب کیا۔جب تک مرزا غلام احمد زندہ رہا ہر طرح سے اس کو للکارا،تقریر وتحریر کے ذریعہ اس کا رد بلیغ فرمایا اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی ۔مرزا غلام احمد قادیانی اگر چہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو جہنم رسید ہوا لیکن وہ اپنے پیچھے پوری ایک جماعت چھوڑ گیا جس نے اس کی تحریک کو جاری رکھا ،حضرات علماء کرام اور اہل حق واہل اسلام نے جہاں اس کی تحریر اور کتابوں کا دندان شکن جواب لکھا اس کے پیروکار اور ماننے والوں کا بھی پورا تعاقب کیا اور ہر میدان میں انہیں شکست فاش دی۔مرزائیت کے تمام اعتراضات واشکالات، تلبیسات وتحریفات اور دجل کو اہل حق نے طشت ازبام کر کے رکھ دیا،اس سلسلہ میں تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی،اہل حدیث سب کی خدمات تاریخ کا ایک روشن باب ہیں،اللہ تعالیٰ سب ہی حضرات کو اپنی شایان شان اس کی جزائے خیر عطا فرمائے ،ہم سب کی مختلف الانواع خدمات کے معترف اور سب کیلئے دل سے دعا گو ہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان سب مکاتب فکر کی خدمات پر مستقل کتابیں تحریر کر دی ہیں جن سے پوری ایک صدی کی تاریخ اور جدوجہد سامنے آجاتی ہے،اہل علم اس موضوع پر ان کا مطالعہ فرمائیں ،سر دست اس مختصر مضمون میں اتنا عرض کروں گا کہ اس فتنہ کے تعاقب اور استیصال کیلئے جہاں حق تعالیٰ نے مختلف مکاتب فکر کو توفیق سے سرفراز فرمایا اور ان کی خدمات تاریخ کا ایک روشن باب ہیں وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کو حق تعالیٰ نے خاص الخواص موفق فرما کر اس فتنہ کی سرکوبی اور استیصال کا شرف عطا فرمایا، بلاشبہ اس سلسلہ میں ان کی جدوجہد اور خدمات تاریخ کا روشن ہی نہیں بلکہ روشن ترین باب ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت چونکہ اسلام کا ایک بنیادی اور ضروری عقیدہ تھا اس لئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے اپنے رسائل ’’تحذیر الناس‘‘،’’مناظرہ عجیبہ‘‘ اور ’’انتصار الاسلام‘‘ میں اس پر محققانہ کلام فرمایا اور ’’تحذیر الناس‘‘ میں حضور اکرم ﷺ کیلئے رتبی ،زمانی ،مکانی تین طرح

کی خاتمیت کو ثابت فرما کر منکرین کیلئے اعتراض کا راستہ ہی بند فرما دیا۔

شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو قادیانی فتنہ کی سرکوبی کی طرف بلیغ اشارہ فرما کر ایک نئی تاریخ رقم فرمائی۔ قادیانی کا کفر و دجل جب آشکارا ہوا اور کھل کر سامنے آیا تو ابوحنیفۂ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے بھی اس کے کفر و ارتداد پر مہر ثبت فرما دی اور آپ کے بعد تمام علماء دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون و دہلی نے بھی اس کو کافر قرار دیا۔ علماء دیوبند کی متفقہ دستاویز ''المہند علی المفند'' میں عقیدۂ ختم نبوت کے اقرار و اثبات کے ساتھ قادیانی کے کفر و ارتداد پر تمام اکابر نے اجماع و اتفاق فرمایا۔ غلام احمد قادیانی کی وفات کے بعد اس کے گروہ اور ماننے والوں نے جب اپنی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کیا تو علماء حق نے رسائل و کتب اور تقاریر کے ذریعہ اس کا دفاع فرمایا۔ قریہ قریہ بستی بستی قادیانیت کا تعاقب کیا گیا، مونگیر کی خانقاہ رحمانیہ کی خدمات اس سلسلہ میں بڑی مؤثر اور ناقابل فراموش ہیں۔

۱۹۲۲ء میں مرزائیوں نے جب اپنی کفری و ارتدادی تحریک کو منظم کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کو اس طرف متوجہ فرما دیا۔ آپ نے خود بھی اور اپنے رفقاء کی پوری ایک جماعت کے ساتھ جس میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں اس کا تعاقب فرمایا، قادیانیوں کے خلاف مناظرے ہوئے اور مدلل انداز سے ان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں، ان کے شبہات کا رد کیا گیا، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر شریعت کا لقب دے کر آپ نے مستقلاً اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے وقف فرما دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس محاذ پر جو نہری خدمات سرانجام دی ہیں اس موضوع پر وہ فیصلہ کن اور بے مثال خدمات ہیں، جن کا اعتراف کئے بغیر کوئی مؤرخ آگے قدم نہیں اٹھا سکتا۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے اپنی حیات کے آخر میں اپنی تمام تر توجہ اسی فتنہ کی سرکوبی کی طرف مبذول فرمادی تھی، پھر جہاں آپ نے خود اس موضوع پر ''عقیدۃ الاسلام''، ''تحیۃ الاسلام''، ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' اور ''خاتم النبیین'' جیسی بلند پایہ علمی کتابیں لکھیں وہیں اپنے نامور تلامذہ کرام سے بھی عقیدۂ ختم نبوت، عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور سیرت مرزا پر وقیع اور گرانقدر کتابیں

لکھوائیں ۔حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی ''ہدیۃ المہدیین''، ''ختم نبوت کامل''، ''مسیح موعود کی پہچان''، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ''، ''مسک الختام''، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''اشد العذاب علیٰ مسیلمۃ فنجاب''، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی قدس سرہ کی ''الکلام الفصیح لمنکر حیات المسیح'' وغیرہ اسی سلسلہ کی سنہری کڑی ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتب و رسائل اس کے علاوہ ہیں۔ الغرض حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ اور مجلس احرار نیز آپ کے تلامذہ و رفقاء نے فتنہ قادیانی کو گھر تک پہنچانے کیلئے سر توڑ اور مثالی خدمت سرانجام دی، حتیٰ کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ۱۹۳۲ء میں بستر علالت سے بہاولپور عدالت کے کٹہرے میں پہنچ کر اس فتنہ کی ایسی سرکوبی فرمائی کہ اس کے نتیجہ میں وہ اپنے منطقی انجام تک پہنچا اور عدالت عالیہ بہاولپور کے جج اکبر حسین مرحوم نے ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو سنہری فیصلہ لکھ کر مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے کر تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے رفقاء کار اور آپ کی جماعت کا کردار اس میں سب سے نمایاں ہے، پھر یہی وہ فیصلہ ہے جو بعد میں دوسرے ممالک میں قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دینے کیلئے ایک مضبوط بنیاد بنا۔

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مجلس احرار کے شعبۂ تبلیغ و تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے فرمائی جو آپ کی وفات تک جاری رہی۔ حضرت اقدس حکیم الامت شعبۂ تبلیغ میں باقاعدہ چندہ بھی ارسال فرماتے رہے، حضرت مولانا لال حسین اختر صاحب رحمہ اللہ نے بارہا اس واقعہ کا تذکرہ احقر کے والد ماجد قدس سرہ سے بھی فرمایا۔

تقسیم ملک تک مجلس احرار اور اس کے رفقاء کار نے قادیانیت کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھی اور تمام مکاتب فکر علی العموم اور علماء دیوبند علی الخصوص اس کے استیصال کیلئے مؤثر مساعی فرماتے رہے۔ قادیانیوں کو چونکہ باقاعدہ برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی اس لئے وہ بہانگ دہل اپنے کفریہ نظریہ کی ترویج و اشاعت کیلئے کوشاں رہتے اور سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کی پوری کوشش کرتے حتیٰ کہ مناظرہ کا چیلنج اور اشتہار بازی بھی کرتے، مختلف پمفلٹ، رسائل اور تقاریر کے ذریعہ اپنی تبلیغ

کا جال پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے، ادھر حضرات علماء کرام بھی اپنی ذمہ داری سے پوری طرح آگاہ ہونے کی وجہ سے ایسا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے جس سے مرزائیت کو تقویت پہنچے یا سادہ لوح مسلمانوں کو کچھ بھی نقصان ہو، اس لئے اہل حق کی طرف سے جوابی کارروائی کے طور پر مناظروں، مباحثوں، تقاریر اور تحریروں کا سلسلہ برابر جاری رہتا اور قادیانیوں کو میدان میں شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑتا۔

حضرت والد ماجد قدس سرہ کا سنایا اور لکھا ہوا واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ ضلع انبالہ سے مرزائیوں نے جلسہ کا اشتہار دیا اور اس میں یہ بھی لکھا جو شخص چاہے جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔ احقر کے دادا جان حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی قدس سرہ تھانہ بھون سے اپنے سسرال جانے کیلئے راجپور تشریف لائے تو لوگوں نے یہ اشتہار دیا، حضرت گمتھلوی رحمہ اللہ نے اپنا سفر ملتوی کیا اور انبالہ جلسہ مرزائیوں میں پہنچ گئے اور مقرر کی تقریر پر اعتراضات کئے، انہوں نے پہلے تو جواب دینے کی کوشش کی، جب گرفت سخت ہوتی گئی تو آخر میں یہ کہہ کر جلسہ برخواست کر دیا گیا کہ ہم لوگ ملازم پیشہ ہیں صبح کو دفتر میں کام کیلئے بھی جانا ہے چونکہ رات کا کافی حصہ گزر گیا ہے اب ہم معذرت خواہ ہیں۔ حضرت مفتی عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بہت اچھا اب جلسہ برخواست کل اسی میدان میں ہم مسلمانوں کی طرف سے جلسہ ہوگا آپ صاحبان کو بھی دعوت ہے ہمارے جلسہ میں آئیں اور دل کھول کر اعتراضات کریں اور ہم سے جواب لیں۔

اگلی شب اسی میدان میں جلسہ ہوا حضرت مفتی صاحب نے ایک تفصیلی تقریر حیات مسیح علیہ السلام پر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اب میں صبح تک اسی جگہ ہوں جس کا دل چاہے اعتراض کرے اور جواب لے ہماری طرف سے وقت گذرنے کا عذر نہ ہوگا۔ مرزائیوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کچھ اعتراضات کئے مگر مفتی صاحب نے ان کو ایسی بری طرح الجھایا کہ وہ بے بس اور عاجز ہو کر رہ گئے اور یہی کہتے بن پڑا کہ اس کا جواب قادیان سے منگوایا جاسکتا ہے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو چھ ماہ کی مہلت دیتا ہوں اس کا جواب منگوا دیجئے مگر انہوں نے شکنجہ سے نکلنے کیلئے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کی اس جرأت سے مرزائیوں کے قلوب پر مسلمانوں کا اتنا رعب چھا گیا کہ وہ انبالہ میں تین سال تک جلسہ عام نہ کر سکے اور پھر تمام عمر کیلئے ان کو ایسا سبق ملا کہ انہوں نے یہ

لکھنا ہی چھوڑ دیا کہ ہر شخص جلسہ میں اعتراض کرسکتا ہے۔

اسی طرح حیدرآباد کے زمانہ قیام میں بھی ایک مرتبہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مرزائی سے آپ کی گفتگو ہوئی، اس میں بھی وہ قادیانی بہت بری طرح ذلیل اور لاجواب ہوا اور اس کی شکست فاش کا نظارہ سب نے دیکھا۔

اگست ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو قادیانیوں نے کلیدی عہدوں پر فائز ہونے اور اس نومولود مملکت کو ہائی جیک کرنے کی پوری کوشش کی، اور چناب نگر (سابق) ربوہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، مجلس احرار اور دیگر جماعتیں بالآخر میدان عمل میں آئیں، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک ۱۹۵۳ء میں چلی عوام وخواص نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بے شمار شہادتیں ہوئیں اور ہزاروں علماء کرام مسلمان جیل میں گئے۔ احقر کے والد ماجد قدس سرہ بھی اسی سلسلہ میں تین ماہ پس دیوار زنداں رہے، اس وقت اگرچہ یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی لیکن ۱۹۷۴ء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین حضرت علامہ محمد یوسف بنوری قدس سرہ کی قیادت میں یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ بلاشبہ برصغیر کی تاریخ کا یہ ایک سنہری فیصلہ تھا جس کے پس منظر میں نوے سال کی قربانیاں کارفرما تھیں، اسمبلی میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے قادیانیوں کو جس طرح لاجواب کیا وہ اسمبلی کی تاریخی دستاویز دیکھنے سے واضح ہے۔ محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہما نے بھی اس سلسلہ میں بھرپور قلمی وعلمی تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی مساعی کو قبول فرمائیں اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔

غرضیکہ سب حضرات کی مشترکہ مساعی سے یہ مہم سر ہوئی اور اس دور کے حکمران جناب ذوالفقار علی بھٹو اور ان کی پارٹی کو یہ اعزاز وشرف حاصل ہوا۔ قادیانیوں کیلئے یہ موت کا دن تھا، وہ اس فیصلہ سے تلملا اٹھے اور اپنی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ تیز کردیا اور انڈرگراؤنڈ اپنی سرگرمیاں مزید بڑھادیں، اسمبلی کا فیصلہ ماننے سے عملی طور پر انکار کی کوشش کرتے رہے۔ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ۱۹۸۵ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ جب قادیانیوں کی کھلی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی اور انہیں اپنی خانہ ساز مصنوعی عبادت گاہوں میں بند کردیا گیا تو قادیانیوں کو مزید دھچکا لگا، لیکن پورے طور پر ابھی تک یہ

فتنہ ختم نہیں ہوا بلکہ اب بھی ان کی سرگرمیاں خفیہ طور پر جاری ہیں جس کے مؤثر سدباب کی ضرورت ہے۔

چونکہ یہاں اس موضوع کی پوری تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے احقر نے بہت سی تفصیلات قلم زد کر دی ہیں اور ان بہت سی شخصیات اور جماعتوں کا تذکرہ بھی نہیں کیا گیا جنہوں نے اس موضوع پر بڑی اہم خدمات سرانجام دی ہیں، امید ہے کہ قارئین اختصار کی وجہ سے اس کو محسوس بھی نہیں فرمائیں گے۔ تاہم اس نامکمل پس منظر سے واضح ہے کہ فتنۂ قادیانیت کے خاتمہ کیلئے مختلف مکاتب فکر کے ساتھ ساتھ حضرات اکابر علماء دیوبند کی سنہری خدمات کس قدر نمایاں ہیں، نیز مجلس احرار، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے حضرات کی علمی تحریری اور تقریری، مناظرانہ اور مجادلانہ خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن احرار، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا محمد شریف صاحب، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی جو اس وقت بطور نمونہ مشتے از خروارے ذکر کئے گئے ہیں کے بغیر تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کی تاریخ اور جدوجہد یقیناً نامکمل ہے۔

قادیانیوں کو اگرچہ مملکت خداداد میں ۱۹۷۴ء سے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور ۱۹۸۵ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی رو سے ان کیلئے تبلیغ پر پابندی ہے لیکن اس کے باوجود قادیانی خفیہ طریقہ سے سب کچھ کر رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمان ان کے دام تزویر میں اپنے لالچ کی بنا پر پھنس جاتے ہیں اور اتنی قربانیوں اور اتنے عرصہ کی جدوجہد کے باوجود بھی اگر دیکھا جائے تو یہ مسئلہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے پورے طور پر حل نہیں ہوا، مکمل طور پر یہ مسئلہ اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ مرتد کی اصل سزا قتل کا نفاذ کرے جیسا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس کی سفارش کر دی ہے۔

مرزائی زندیق ملحد اور مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے کما قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من بدّل دینہ فاقتلوہ (ارتداد کی شرعی سزا قتل کے متعلق تفصیلات حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے رسالہ ''الشہاب'' اور حضرت اقدس والدگرامی قدس سرہ کے رسالہ ''مرتد کی شرعی سزا'' میں قابل ملاحظہ ہیں) جب تک حکومت اسلامیہ اس سزا کو نافذ نہیں کرتی یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ موجودہ حکومت اگر اس کو نافذ کردے تو یقیناً یہ اس کا بڑا تاریخی کارنامہ ہوگا، ویسے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت پیپلز پارٹی کی حکومت نے قرار دیا تھا اس لئے اگر یہ سزا بھی اسی کے دور حکومت میں نافذ ہوجائے تو پارٹی دوہرے اعزاز کی مستحق ہوگی اور پوری امت مسلمہ ہمیشہ کیلئے اس کی مشکور رہوگی، واللّٰہ الموفّق والمعین ولا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم۔

ہمارا جہاں حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ مرتد کی اصلی سزا قتل کا نفاذ کرے وہیں تمام اسلامی جماعتوں اور تمام اسلامی مکاتب فکر اور ان کے مقتدر علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ خدا کیلئے ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ فتنہ ختم ہوچکا ہے یا یہ کہ غیر اہم ہے بلکہ حسب سابق اپنی کاوشوں کو اس کے خاتمہ تک جاری رکھیں، عوام کو ان سے الگ رکھنے کیلئے پوری کوشش فرمائیں، تحریری، تقریری جہاد مسلسل جاری رکھیں، وقتاً فوقتاً ضلعی، صوبائی اور تحصیل کی سطح پر وقیع علمی کنونشن کا اہتمام فرمانے کے ساتھ قریہ قریہ بستی بستی اس فتنہ کے انسداد کیلئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں، فتنۂ قادیانیت اور اس کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے عوام وخواص کو آگاہ فرمائیں اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کیلئے مؤثر سدباب کی کوشش کریں اور اس سلسلہ میں اپنے اکابر اور علماء کرام کی خدمات سے بھی اپنے احباب کو متعارف کرائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے محاسبۂ قادیانیت کے نام سے جو عظیم انسائیکلوپیڈیا تیار کیا ہے احقر کے خیال میں ہر اہل علم کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ حال ہی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کی طرف سے منعقد ہونے والے دو کنونشنوں میں احقر کو شرکت اور کچھ عرض کرنے کا بھی موقع ملا، عوام وخواص کی دلچسپی سے اندازہ ہوا کہ مسلمانوں میں کافی طلب ہے اور وہ عقیدۂ ختم نبوت کیلئے ہر طرح کی قربانی کیلئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام فتنوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں اور تادم آخر صراط مستقیم پر قائم رکھیں، آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۲۲/۵/۲۹ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۰) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دی گئی حتیٰ کہ انہوں نے سرکشی میں خوب ترقی کی اور ایسے بہکے کہ اس کا انجام کچھ نہ سوچا اور خوش ہوئے کہ ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں حالانکہ معاملہ بالعکس تھا۔ جاننا چاہئے کہ آیت میں فی طغیانہم فعل یمدھم کے متعلق ہے مگر تراجم دہلویہ جدیدہ میں اس کو یعمھون کے متعلق کر دیا (جس سے معنی بگڑ کر معتزلہ کے موافق اور اہل سنت کے خلاف اور استعمال اہل عرب کے مخالف ہو گئے) جو غلط ہے اور جاننے والے اس کو خوب جانتے ہیں۔

(۱۱) تجارت سے مراد وہی گمراہی کا ہدایت کے بدلے مول لینا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

(۱۲) یعنی منافقین نے بظاہر ایمان قبول کیا اور دل میں کفر کو رکھا جس کی وجہ سے آخرت میں خراب اور دنیا میں خوار ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان کے احوال پر سب کو مطلع فرما دیا، ایمان لاتے تو دارین میں سرخرو ہوتے۔ تو اب ان کی تجارت نے کوئی نفع ان کو نہ پہنچایا، نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا، اور وہ کچھ نہ سمجھے کہ مجرد ایمان زبانی کو کافی اور نافع سمجھ کر اس خرابی اور رسوائی میں گرفتار ہوئے۔ اب ان منافقین کے مناسب حال دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱۳) یعنی منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اندھیری گھنگھور رات میں آگ روشن کرے جنگل میں راستہ دیکھنے کو، اور جب آگ روشن ہوگئی اور راستہ نظر آنے کو ہوا تو خدا تعالیٰ نے اس کو بجھا دیا اور اندھیری رات میں جنگل میں کھڑا رہ گیا کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی منافقین نے مسلمانوں کے خوف سے کلمۂ شہادت کی روشنی سے کام لینا چاہا مگر سر دست کچھ فائدہ حقیر (مثل حفظ جان و مال) اٹھانے پائے تھے کہ نور کلمۂ شہادت اور منافع سب نیست و نابود ہو گئے اور مرتے ہی عذاب الیم میں مبتلا ہو گئے۔

(۱۴) یعنی بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے، گونگے ہیں جو سچی بات نہیں کہتے، اندھے ہیں جو اپنے نفع و نقصان کو نہیں دیکھتے۔ سو جو شخص بہرا بھی ہو اور گونگا بھی ہو وہ کس طرح راہ پر آئے، صرف اندھا ہو تو کسی کو پکارے یا کسی کی بات سنے تو اب ان سے ہرگز توقع نہیں کہ گمراہی سے حق کی طرف لوٹیں۔

(۱۵) دوسری مثل ان منافقین کی ان لوگوں کی سی ہے کہ ان پر آسمان سے مینہ شدت کے ساتھ پڑ رہا ہو اور کئی طرح کی تاریکی اس میں ہو، مثلاً بادل بھی تو بر تو بہت غلیظ و کثیف ہے اور قطرات ابر کی بھی بہت کثرت اور ہجوم ہے اور رات بھی اندھیری ہے، اور تاریکی شدید کے ساتھ بجلی کی کڑک اور چمک بھی ایسی ہولناک ہے کہ وہ لوگ موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں کہ آواز کی شدت سے دم نہ نکل جائے۔ اسی طرح پر منافقین تکالیف وتہدیدات شرعیہ کو سن کر اور اپنی خواری و رسوائی کو دیکھ کر اور اغراض و مصالح دنیوی کو خیال کر کر عجب کشمکش اور خوف و پریشانی میں مبتلا ہیں اور اپنی بیہودہ تدبیروں سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں، مگر حق تعالیٰ کی قدرت سب طرف سے کفار کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کی گرفت و عذاب سے وہ کسی طرح نہیں بچ سکتے۔

(۱۶) حاصل یہ ہے کہ منافقین اپنی ضلالت اور ظلماتی خیال میں مبتلا ہیں لیکن جب غلبۂ نور اسلام اور ظہور معجزات قویہ دیکھتے ہیں اور تاکید و تہدید شرعی سنتے ہیں تو متنبہ ہو کر ظاہر میں صراط مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی اذیت و مشقت دنیوی نظر آتی ہے تو کفر پر اڑ جاتے ہیں، جیسے شدت باراں اور تاریکی میں بجلی چمکی تو قدم رکھ لیا پھر کھڑے ہو گئے، مگر چونکہ اس کو سب کا علم ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو ایسے حیلوں اور تدبیروں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔

فائدہ: سورت کے اول سے یہاں تک تین طرح کے لوگوں کا ذکر فرمایا، اول مومنوں کا پھر کافروں کا (جن کے دلوں پر مہر ہے کہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے) تیسرے منافقوں کا (جو دیکھنے میں مسلمان ہیں مگر دل ان کا ایک طرف نہیں)

تشریح و تفسیر

اور یہ منافقین اپنے باطنی مرض کی وجہ سے اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد اور مرض کو صحت سمجھنے لگے ہیں، کیونکہ جب ان سے یہ کہا جائے کہ زمین میں فساد مت کرو تو یہ کہتے ہیں کہ جز ایں نیست کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ منافقین کئی طرح سے فساد پھیلاتے تھے، کبھی مسلمانوں کے راز فاش کرتے، کبھی کافروں کو مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کرتے اور کبھی کافروں کے اعتراضات ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے سامنے نقل کرتے تاکہ وہ مذبذب اور متزلزل ہو جائیں، ان سب کو حق تعالیٰ نے فساد سے تعبیر فرمایا ہے۔

درس حدیث

بہجۃ النفوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

رہا اسلام کو اس کے آسان ہونے کیلئے ضمام (بن ثعلبہ) کی مشہور حدیث کافی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رات دن میں پانچ نمازیں (پڑھنا) کہا کیا میرے ذمہ اس کے سوا بھی کچھ (نماز) ہے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم اپنی خوشی سے پڑھو (تو اختیار ہے) پھر حضور نے فرمایا اور رمضان کے روزے (رکھنا) کہا کیا میرے ذمہ اس کے سوا بھی کچھ (روزے) ہیں فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم اپنی خوشی سے رکھو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور زکوٰۃ (دینا) کہا کیا میرے ذمہ اس کے سوا بھی کچھ (صدقہ) ہے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم اپنی خوشی سے دو۔ (اور حج کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا تھا لیکن حدیث جبریل میں اسلام ہی کے بیان میں حج کا ذکر موجود ہے) راوی کہتے ہیں کہ یہ شخص یوں کہتا ہوا لوٹا کہ خدا کی قسم میں نہ اس سے زیادہ کروں گا نہ اس میں کمی کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اپنی بات کا سچا نکلا تو فلاح کو پہنچ گیا۔ اور فلاح پانے والا وہ ہے جو آخرت میں اپنی مراد کو پہنچ جائے تو جب اسلام کیلئے اتنی ہی مقدار کافی ہے اور اتنا کام کرنے والا بھی فلاح کو پہنچنے والا ہے تو بلاشک اسلام آسان ہے۔

ف: یہاں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو دین کو دشوار سمجھتے ہیں اور ان واعظوں کی بھی غلطی ظاہر ہوگئی جو بال کی کھال نکال کر عوام کے سامنے دین کو دشوار طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حکم نہیں ہے، کیونکہ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ نماز کیلئے وضو لازمی ہے اور پاکی ناپاکی کے مسائل جاننے کی بھی ضرورت ہے، نیز نماز کیلئے بدن ڈھانکنا ضروری ہے جس کے واسطے کپڑا خریدنا ہوگا تو بیع وشراء کے احکام جاننا بھی ضروری ہیں کیونکہ حرام کمائی کے لباس سے نماز قبول نہیں ہوتی، اسی طرح حج اور زکوٰۃ مالدار پر واجب ہیں اس کیلئے بھی احکام مال کا جاننا ضروری ہے کیونکہ حرام مال سے نہ حج قبول ہوتا ہے نہ زکوٰۃ۔ مگر ان احکام کا جاننا کچھ دشوار نہیں ہے کیونکہ بحمداللہ ہر زمانہ میں علماء موجود رہتے ہیں اور ہر بستی کے مسلمانوں کا فرض

ہے کہ اپنی بستی میں ایک عالم ضرور رکھیں، تو اس سے پوچھ پوچھ کر سارے احکام معلوم ہوسکتے ہیں، ہر شخص کو کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں، اور اگر کوئی یوں چاہے کہ بدوں علماء سے دریافت کئے ہی دین آ جائے تو اس طرح تو نماز بھی نہیں آ سکتی، بلکہ دنیا کا کوئی کام بھی بدوں کسی استاد کے نہیں آ سکتا، اگر پوچھنے اور سیکھنے ہی کا نام دشواری ہے تو دین سے زیادہ دنیا دشوار ہے، خوب سمجھ لو۔

ف: محققین صوفیہ بالخصوص مجددین امت کا یہ خاص مذاق ہے کہ وہ دین کو آسان سے آسان صورت میں مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اس زمانہ میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی دامت برکاتہم وطال بقاءہم نے دین کے ہر شعبہ کو بالخصوص طریق سلوک کو جس آسان صورت میں ظاہر فرمایا ہے غالباً اس کی نظیر صدیوں سے نہ دیکھی گئی ہوگی۔

ف: اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے درحقیقت انہی میں سارا دین موجود ہے بشرطیکہ ان کو صحیح طور سے ادا کیا جائے، اگر ایمان کامل کے ساتھ نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج ہی کو ہم اچھی طرح ادا کرنے لگیں تو بخدا انہی سے ہمارے اخلاق بھی مہذب ہو جائیں، معاملات بھی درست ہو جائیں اور دلوں کے کھوٹ بھی نکل جائیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہم ان کو اچھی طرح ادا نہیں کرتے صرف نام کر دیتے ہیں، تو ہمارا دین بھی برائے نام ہی ہوتا ہے، ان ہی چیزوں کو اچھی طرح ادا کرنے کا نام تصوف ہے جس کو نہ معلوم لوگوں نے کیا سے کیا سمجھ لیا ہے۔

مجاہدہ اگر مبالغہ اور مغالبہ کی حد تک نہ ہو تو ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہے

حدیث کا یہ لفظ کہ ''ہرگز کوئی سختی کے ساتھ دین پر غالب ہونے کا ارادہ نہ کرے گا مگر دین ہی اس کو ہرا دے گا'' اس بات کو بتلاتا ہے کہ جو شخص دین میں اتنی محنت کرے جو مبالغہ کی حد کو نہ پہنچے تو وہ اس ممانعت سے خارج اور قسم محمود میں داخل ہے، کیونکہ یہ تو (درحقیقت) دین کی مضبوطی اور ہمت اور درجات کی بلندی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف وفی کل خیر ''مضبوط مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے اور یوں سب ہی اچھے ہیں'' اس حدیث نے بتلا دیا کہ ضعیف کا درجہ قوی سے کم ہے اگر چہ ضعیف کو بھی اتنی خیر حاصل ہے جو اس کی خلاصی کیلئے کافی ہے جبکہ ایمان کی اس مقدار کو پورا کر دے جس کے بدوں چارہ نہیں جیسا اوپر بیان کیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی باوجود ضعیف ہونے کے افضلیت (اور بہتری) سے خارج نہیں کیا۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا شاہ سلیمان صاحب پھلواری لاہور انجمن نعمانیہ جلسہ میں شریک تھے اور حربی کے سود کا مسئلہ علماء جلسہ کے روبرو پیش کیا گیا، انجمن کے لوگ اس میں مکمل فیصلہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور میرا اطلاعی خط جاچکا تھا کہ میں بھی شریک جلسہ ہوں گا، اس وقت شاہ صاحب نے جلسہ میں تو فرمایا کہ اسے آنے دو اب ایمانداری کا فیصلہ ہو جائے گا۔

O فرمایا کسی عورت نے مجھ سے اپنے نکاح کے متعلق مشورہ پوچھا، میں نے جواب دیا کہ میرے دو کام ہیں ایک مسائل و احکام بتلانا جو مجھے یاد ہیں، ان کو کوئی پوچھے تو بتلا دیتا ہوں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ دعا کر دیتا ہوں اور میں تیسرے کام کا نہیں ہوں، خصوص مشورہ کی عادت کئی وجہوں سے نہیں ہے، اول یہ کہ جب تک تمام جوانب کا احاطہ نہ ہو جاوے مناسب نہیں اور احاطہ اکثر حاصل نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ اکثر لوگ آخر میں اس کام کو مشیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں، تیسرے یہ کہ بعضے مشورہ کو حکم سمجھتے ہیں اور اپنی رائے کو چھوڑ دیتے ہیں یہ بھی غلو ہے، اس لئے مشورہ کا معمول نہیں۔ اور اگر اس پر بھی کوئی بالکل ہی مجبور کرے تو اس طرح کہہ دیتا ہوں کہ دونوں شقوں کے مضار اور منافع ظاہر کرو، پھر قضیہ شرطیہ کے طور پر کہہ دیتا ہوں کہ اگر یہ صورت ہو تو اس شق کو ترجیح ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو دوسری شق کو ترجیح ہے، غرض ذمہ دار وہ خود رہتا ہے۔

O فرمایا ایک شخص نے پوچھا کہ کیا عورت کو خاوند کا مال صرف کرنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا نہیں، بلکہ نسائی کی ایک روایت میں تو مالہا کا لفظ ہے، جس سے بعض علماء ظاہری نے حقیقی معنی سمجھ کر عورت کو خود اپنے مال میں بھی بدوں اذن شوہر کے تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے کیونکہ ناقصات العقل ہیں، مگر جمہور نے اس کو نہی ارشادی پر محمول فرمایا ہے۔

O فرمایا ایک شخص نے اصحاب کہف کے نام خط میں پوچھے ہیں، میں نے لکھ دیا اصحاب کہف کے اعمال پوچھو تم ہی اصحاب کہف کی طرح ہو جاؤ گے۔

O فرمایا حدیث میں مصرح ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، مگر کسی کو یہ فکر نہیں کہ ہم سے کسی کو اذیت تو نہ ہوگی۔

O فرمایا میں جو سخت مشہور ہوں تو وجہ یہ ہے کہ میری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ اعمال کی فکر کریں اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جو لوگ اصلاح بھی کرانا چاہتے ہیں وہ بھی اعمال کا اہتمام نہیں کرتے، مگر میں باوجود سخت سمجھے جانے کے اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ عین عتاب کے وقت میں بھی مخاطب کی اصلاح کا خیال رکھتا ہوں، اور اگر اپنے سے مناسبت نہیں دیکھتا تو دوسرے مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں تا کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ ہو۔

O فرمایا جیسا بعض درختوں پر دو پھول آتے ہیں اول ایک آتا ہے وہ گر جاتا ہے اس کے بعد دوسرا آتا ہے اور باغبان اگر ناواقف ہو تو اس کے گر جانے سے غم کرتا ہے مگر ماہر جانتا ہے کہ اصلی پھول دوسرا ہے وہ ابھی آئے گا پھر اس کے بعد پھل لگے گا، یا جیسا صبح کی دو قسمیں ہیں ایک صادق دوسری کاذب، پس اسی طرح احوال کی بھی دو قسم ہیں ایک ناقص دوسرے کامل، پہلے احوال پیدا ہو کر مضمحل ہو جاتے ہیں پھر دوسرے احوال ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور وہ راسخ ہوتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی۔

O فرمایا معقولیوں کے نزدیک تو افعال اختیاریہ میں ان کی غایت کا تصور لازم عقلی ہے مگر میرے نزدیک لازم عادی ہے اور وہ بھی امور شاقہ میں ورنہ بہت دفعہ مثلاً گھنٹے گزر جاتے ہیں بکواس کرتے ہوئے اور اس سے پہلے کوئی غایت تصور میں نہیں ہوتی۔

O فرمایا حدیث میں متاخرین کے ایمان کو اعجب فرمایا ہے اکمل نہیں فرمایا، اکمل تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان ہے۔

O فرمایا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو کا مگر علماء نے لکھا ہے کہ یہ پچیس نمازیں محلّہ والے کیلئے کیف میں پانچ سو سے افضل ہیں۔ اسی طرح تقدیم عمل ضروری علیٰ رمضان کا ثواب بہ نسبت عمل فی رمضان کے کمّ میں تو کم ہوگا مگر کیف میں زیادہ ہوگا۔ پس حدیث میں جو اعمال رمضان کا تضاعف آیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر رمضان کے قبل مثلاً صدقہ کی حاجت ہو تو رمضان کا انتظار کرے، پس مقصود تاخیر عن رمضان سے ممانعت ہے نہ کہ تقدیم علیٰ رمضان سے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: ارشادگرامی کے مطابق کتاب ''دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت'' خوب توجہ سے پڑھی بفضلہ تعالیٰ تمام شبہات دور ہوگئے ۔الحمدللہ کتاب پڑھنے سے کافی استفادہ ہوا۔

ارشاد: اس کی بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے کتاب کو سمجھ کر پڑھا ورنہ بے سمجھے تو اکثر اس کو تبلیغی جماعت کے خلاف کہتے ہیں دوسروں کو اس کے پڑھنے کی ترغیب دی جائے یہ تو غلو کرنے والوں کی اصلاح کیلئے لکھی گئی ہے اصل کام کی اس میں تائید کی گئی ہے۔

حال: حضرت جی کچھ عرصہ گذر گیا ہے کہ میں نے سنا تھا کہ کراچی میں ایک لڑکی کی فوتگی پر قبر کھودی گئی تو اس میں سانپ ظاہر ہوئے وہ قبر چھوڑ کر دوسری قبر کھودی گئی تو اس میں بھی سانپ تھے لہٰذا تیسری جگہ قبر کھودی گئی تو اس میں بھی سانپ پہلے سے زیادہ تھے تو میت کو کفن سمیت قبر کے اندر پھینک کر جلدی سے اوپر مٹی ڈال دی گئی، جب مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے تو فوراً میری عجیب حالت ہوجاتی ہے کہ خدانخواستہ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ نہ ہو بہت ڈر لگتا ہے۔

ارشاد: ڈرنا اچھا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے رحیم وکریم ہونے کا عقیدہ بھی ہے اس کے رحم وکرم پر نظر کر کے مغفرت کی امید بھی ساتھ ہی ہونی چاہئے ناامید نہ ہو الایمان بین الخوف والرجاء کی حالت ہونی چاہئے۔

حال: کل صبح تہجد کی نماز سے صبح کی فرض نماز تک آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ رہا مگر فرض نماز کی دوسری رکعت میں یکدم حالت بدل گئی اور دل کو سکون سا ہوا ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے کہہ دیا ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ نہ ہوگا بلکہ جنت کی باغ بہار ہوگی۔

ارشاد: الحمدللہ اسی کی امید رکھنی چاہئے۔

حال: باوجود اس کے پھر بھی ذہن سے خوف اور ڈر نہیں نکلتا اور بلاقصد وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

ارشاد: امید رحمت کے ساتھ یہ نقشہ دل میں رہنا مفید ہے مگر اس کا قصد کر کے مراقبہ نہ کیا جائے کہ اس سے بیماری کا خطرہ ہے۔

حال: دل کو سمجھاتا بھی ہوں کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں توبہ کے بعد وہ معاف کر دینے والے ہیں ضرور معاف کر دیا ہوگا پھر عذاب کیسا پھر بھی خیالات اور وسوسہ دل سے نہیں جاتا۔

ارشاد: اس کی غالب امید ہے اس کا تصور زیادہ سے زیادہ کیا جائے اور خدا تعالیٰ کے رحم و کرم کا نقشہ خوب دل میں جمایا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ تسلی و سکون ہو جائے گا۔

حال: کیا توبہ کے بعد بھی بداعمالیوں کے متعلق سوال ہوگا مغفرت سے مراد بالکل معافی اور گناہوں پر لکیر مارنے سے مراد یہی ہے کہ سوال نہ ہوگا۔

ارشاد: ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

حال: یہ خیال بھی آتا رہتا ہے کہ اگر موت کے وقت بھی میرے گناہ میرے ذہن میں رہے اور ان کا نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے آیا تو میرا کیا بنے گا۔

ارشاد: رحمت کا معاملہ ہوگا ان شاء اللہ یہ خطرہ ہی رحمت کا سبب بن جائے گا۔

حال: بدنظری کیا ہے جب گھر سے نکلا جاوے تو سڑکوں پر عورتوں کے گروہ ہوتے ہیں اچانک اور بغیر قصد کے نظر پڑ جاتی ہے۔

ارشاد: بغیر قصد کے نظر معاف ہے قصداً نظر گناہ ہے۔

حال: ان کے دل پر اثرات بھی ہوتے ہیں اور بعض دفعہ ایک نفرت بھی اور غصہ بھی۔

ارشاد: بس نظر کو نیچا کر کے خود کو بچا لینے کی کوشش کافی ہے۔

حال: بوقت ضرورت بازار جانا ہی ہوتا ہے ان حالات سے بڑی پریشانی ہے۔

ارشاد: نہیں، پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے اپنی توجہ کو قابو میں رکھیں۔

حال: بعض دفعہ میری بیوی کہنا نہیں مانتی جبکہ ہر طرح سے اس کو راحت پہنچا کر مجھے راحت ہوتی ہے اس کو میں نے قرآن پاک حفظ کروایا جبکہ اس کی عمر تقریباً پچاس برس سے زائد تھی سارے خاندان میں یہ واحد عورت ہے جو حافظہ ہے۔

ارشاد: بس آپ کو اس خوشی میں سب باتوں کو برداشت کرنا چاہئے اور صبر پر اجر کا خیال جمانا چاہئے۔

ضبط و ترتیب: حافظ محمد نعمان حامدؔ

مکالمہ بین المذاہب اور اس کا تصور (قسط ۴)

خطاب حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم

بتاریخ ۸؍دسمبر ۲۰۰۷ء ...... بمقام آواری ٹاورز، کراچی

عدم برداشت مسلم معاشروں میں ہے یا غیر مسلم معاشروں میں

مجھے ایک سیمینار میں بیرون ملک جانا ہوا اور اس کا عنوان تھا ''مسلم معاشروں میں بڑھتے ہوئے عدم برداشت کے رجحانات، اسباب اور سدباب'' کہ مسلم معاشروں میں جو عدم برداشت کا رجحان بڑھ رہا ہے اس کو کیسے کنٹرول کیا جائے اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ تو میں نے اپنی گفتگو میں آغاز یہاں سے کیا کہ مجھے آپ کے اس عنوان سے اختلاف ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ طے کرلیا کہ عدم برداشت مسلم معاشروں میں ہے، اس کو کیسے روکنا ہے؟ حالانکہ یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ حقائق کی روشنی میں دیکھنا ہوگا کہ مسلم معاشروں میں عدم برداشت زیادہ ہے یا غیر مسلم معاشروں میں عدم برداشت زیادہ ہے؟ آپ عنوان زمینی حقائق کے مطابق تجویز کریں۔

میں نے کہا کہ میں دلائل سے بات کرتا ہوں، آپ دیکھیں کہ چین میں اس وقت مسلمانوں کو کن مشکلات کا سامنا ہے، چیچنیا میں مسلمانوں کی اس وقت کیا صورت حال ہے؟ سوویت یونین کے ٹوٹنے سے پہلے مسلمان کن مظالم کا شکار رہے ہیں اور آج بھی تھائی لینڈ میں، فلپائن میں، برما میں مسلم آبادی کن عدم برداشت کے رجحانات کا شکار ہے اور ہندوستان میں کتنے مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے۔ غیر مسلم معاشروں میں مسلمانوں کو عدم برداشت کے بہت سارے جذبات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، بوسنیا اور چیچنیا کے لاکھوں مسلمان مذہبی عدم برداشت کا شکار بنے اور آج افغانستان میں صورت حال دیکھئے اور کشمیر میں دیکھیں، فلسطین میں دیکھیں، پوری دنیا میں اگر خون بہہ رہا ہے تو مسلمان کا خون بہہ رہا ہے۔ عدم برداشت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر عدم برداشت سے آپ کی مراد یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں، مسلم سوسائٹیوں اور معاشروں میں غیر مسلموں کو کاروبار کرنے کی اجازت نہیں تو میں نے کہا کہ یہ بالکل غلط ہے، ہمارے مسلمان ملکوں میں بڑے بڑے کاروبار غیر مسلموں کے ہیں، ان کو پوری طرح

آزادانہ کاروبار کی، تجارت کی خرید وفروخت کی اجازت ہے، ان کو وہاں پراپرٹی خریدنے کے اور ملکیت حاصل کرنے کے پورے حقوق حاصل ہیں۔ اگر عدم برداشت ہوتا تو کیا پھر کاروبار کرنے کی اجازت کوئی دے سکتا، غیر مسلم پراپرٹی لے سکتا، وہ خرید وفروخت کرسکتا؟ اس کو آزادی حاصل ہے، اس کو آنے جانے کی آزادی حاصل ہے، بلکہ میں نے کہا انہیں اتنی آزادی حاصل ہے جتنی ہمیں حاصل نہیں ہے، ہمیں تو آپ کے ملک ویزے نہیں دیتے جبکہ ہم پیشکش دینے کو تیار ہیں۔ آج تک آپ بتایئے کسی غیر مسلم مذہبی پیشوا کو پاکستان یا سعودی عرب نے ویزہ دینے سے انکار کیا ہے؟ اور کتنے مسلمان علماء ہیں جن کو امریکہ نے ویزہ نہیں دیا، یورپ کے ملکوں نے ویزے نہیں دیئے، تاجروں کو نہیں دیئے۔ عدم برداشت ہماری طرف سے ہے یا ان کی طرف سے؟ ان کو تو آزادانہ آمد ورفت کی سہولتیں حاصل ہیں، آئیں جائیں۔ اور مذہبی تعلیم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے، آپ بتایئے کہ پاکستان میں عیسائیوں کے سکول ہیں یا نہیں؟ یونیورسٹیاں، کالج اور تعلیمی ادارے آزادی کے ساتھ کام کررہے ہیں اور انہیں اپنے پیرو کاروں کو مذہبی تعلیم دینے کی اجازت ہے اور اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ حیثیت حاصل ہے، چرچوں میں، مندروں میں ہر طرح کی اجازت حاصل ہے۔ اور یہاں تو اقلیتوں کو زیادہ حقوق دیئے گئے ہیں۔

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل حقوق ومراعات

میں جرمنی گیا تو جرمن پارلیمنٹ میں وہاں کے سپیکر نے ہمیں ایک ظہرانہ دیا، میں نے ان سے پوچھا کہ جناب! آپ کی جرمن پارلیمنٹ میں کوئی مسلمان ممبر بھی ہیں؟ تو کہا کہ ہاں ہیں، تو میں نے کہا کہ کتنے؟ تو اس نے کہا کہ تین یا چار ہیں، تو میں نے کہا جنرل الیکشن سے آئے ہیں یا ان کیلئے کوئی ریزرو سیٹ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جنرل الیکشن سے آئے ہیں، میں نے کہا کہ آپ کی پارلیمنٹ میں کوئی مخصوص نشستیں بھی یہاں کے مسلمانوں کیلئے یا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کیلئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں، تو میں نے کہا کہ پھر "پاکستان" اقلیتوں کے حقوق میں آپ سے آگے ہوا، اس لئے کہ پاکستان میں تو ان کیلئے ڈبل ووٹ ہے اور ہمارا سنگل ووٹ ہے، پھر وہ جنرل الیکشن میں بھی آسکتے ہیں، کوئی پارٹی ان کو ٹکٹ دے یا وہ آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن میں کھڑے ہوں۔ اور پھر ان کیلئے مخصوص نشستیں بھی ہیں، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی اور صرف سینٹ میں ہی نہیں بلکہ بلدیاتی

اداروں میں اور ایوان بالا تک تمام سطح پر ان کیلئے ریزرویشن بھی ہیں۔آپ بتائیے کہ آپ کے ہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔پھر میں نے کہا کہ آپ دیکھئے کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی ہے لیکن آپ بتائیے کہ کیا مسلمانوں کو اپنے پرسنل لاء کی اجازت ہے؟ نکاح،طلاق،وراثت کے مسائل میں وہاں کے قانون کے پابند ہیں یا اسلام کے مطابق؟ وہاں کے قانون کے پابند ہیں ،میاں بیوی کے درمیان طلاق ہوجائے تو برطانیہ کا قانون یہ ہے کہ جتنی بھی آپ کی پراپرٹی اور جائیداد ہے وہ (ففٹی ففٹی) نصف نصف ہوجائے گی،وہاں اگر مسلمان عدالت میں جاکر کہے کہ میں تو مسلمان ہوں ،میرے ہاں جو بھی تقسیم ہوگی اسلام کے مطابق ہوگی تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔اور آپ بتائیے کہ پاکستان میں اور دیگر مسلمان ملکوں میں غیر مسلموں کو ان کے پرسنل لاء کے طور پر اپنے مذہب کی پریکٹس کی اجازت ہے یا نہیں؟ وہاں ان کے فیصلے نکاح،طلاق وغیرہ کے ان کے مذہب کے مطابق ہوتے ہیں۔لیکن کیا مسلمانوں کو اس کی حاجت نہیں ہے؟ تو یہ حقائق کو نہ سمجھنے والی بات ہے۔

دو باتیں پاکستان کی زیادہ اچھالی جاتی ہیں۔ایک یہ کہ پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔غیر مسلم قوتیں اگر جمہوریت پر،پارلیمنٹ پر یقین رکھتی ہیں تو ان کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ کسی مفتی کے فتویٰ کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ باقاعدہ پارلیمنٹ میں بحث ہوئی ہے اور پارلیمنٹ نے بحث کرکے پوری پارلیمنٹ نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔یہ ایک آئینی فیصلہ ہے،پارلیمانی روایات کے مطابق ہے اور جمہوری اصولوں کے مطابق ہے۔۱۹۷۳ء کا آئین جس کا اب حلیہ بگاڑ دیا گیا ہے،اس آئین کو بنانے میں مذہبی علماء کا بہت بڑا کردار ہے،اور اس آئین کو آپ دیکھ لیں اس میں اقلیتوں کو مکمل حقوق دیئے گئے ہیں۔اسلام ہمیں مسلم ممالک میں رہنے والے غیر مسلموں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے،حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غیر مسلم کی جان اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمان کی جان محفوظ ہے،غیر مسلم کا مال اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمان کا ہے،اس کی عزت اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمان کی عزت محفوظ ہے دمہ کدمنا مالہ کمالنا۔پوری طرح ان کو تحفظ حاصل ہے لہٰذا یہ کہنا کہ مسلم معاشروں میں ہی فقط عدم برداشت ہے اس کو کس طرح روکا جائے اور ان میں کیسے برداشت لائی جائے؟ میں نے کہا کہ یہ عنوان غلط ہے۔یہ کہیں کہ جن سوسائٹیوں میں،جن معاشروں میں،جن ملکوں میں بھی خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم عدم برداشت ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟

اوراس کا حل کیا ہے؟

ڈائیلاگ کی ضرورت واہمیت

لہٰذا میرے نزدیک ڈائیلاگ یابات چیت سے ہمیں حقائق سامنے لانے چاہئیں۔اور ہر ملک اور قوم میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں،ایک ہوتے ہیں ضدی جو سب کچھ جاننے کے باوجود ماننے اور سننے کو تیار نہیں،اور ایک سادہ لوگ ہوتے ہیں جو پراپیگنڈہ سے متاثر ہوجاتے ہیں۔شاید ڈائیلاگ کا یہ فائدہ تو نہ ہو کہ جو پالیسی ساز لوگ ہیں اور جو یہ سب کچھ شعوری طور پر کررہے ہیں ان کو شاید ہم نہ سمجھا سکیں،لیکن جو غیر شعوری طور پر کررہے ہیں یا جو سادہ لوگ ہیں پراپیگنڈہ سے متاثر ہیں ان کو حقائق بتا کر ہم اپنا ہمنوا بنا سکتے ہیں۔لہٰذا بین المذاہب مکالمے کا میں اس لحاظ سے قائل ہوں کہ ایک تو اسلام کا صحیح رخ ان کے سامنے پیش کیا جائے،اسلام کے خلاف جو منفی پراپیگنڈہ ہے اس پراپیگنڈہ کو کئی لوگ جانتے ہیں اور کئی نہیں بھی جانتے ان کے سامنے لایا جائے۔

میں جب امریکہ گیا تو کئی جگہوں پر وہاں ڈائیلاگ ہوئے۔چرچوں میں گیا،اسلامک سنٹروں میں گیا اور کئی مختلف جگہوں پر گیا،جب قوموں کا اجتماع ہوتا تھا تو میں ان سے کہتا کہ جناب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کلکم من بنی ادم وادم من التراب (تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے)حضور ﷺ نے فرمایا کہ پوری دنیا کے انسان ایک برادری ہیں اس لئے کہ ان کی نسل بھی ایک اور ان کی اصل بھی ایک ہے،نسل میں تو اس طرح کہ ہم سب آدم وحواء کی اولاد ہیں،اور اصل میں اس طرح کہ ہم سب مٹی سے پیدا ہوئے،ہماری نسل بھی ایک ہے اور اصل بھی ایک ہے۔اور مسلمان بحیثیت مسلمان اگر دین پر یقین رکھتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ مجھے صرف مسلمانوں کے مفاد کے بارے میں نہیں سوچنا چاہئے بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کے مفاد کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ میں اس کو مسلمان اور عالم ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں جو صرف اپنے محدود دائرے میں سوچے اور باہر کی دنیا کے بارے میں نہ سوچے اس لئے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور علیہ السلام پوری دنیا کے انسانوں کے نبی ہیں،قرآن میں اللہ نے کہا قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا،پوری انسانیت کو خطاب کیا ہے تو حضور علیہ السلام نے کیا ہے،پہلے تو ہر نبی مجھے اور آپ کو یابنی اسرائیل !یاقوم! کہتا ہوا نظر آتا ہے،حضور علیہ السلام نے کہا یاایھا الناس (اے لوگو!)پوری انسانیت کو اگر خطاب

کیا ہے تو حضور علیہ السلام نے کیا ہے، اور قرآن نے کہا ھدی للناس اور آپ کے بارے میں کہا اخرجت للنّاس، یہ امت پوری انسانیت کیلئے ہے، قرآن کریم پوری انسانیت کیلئے ہے، یہ پیغمبر پوری انسانیت کیلئے ہے۔ انسانیت سے رشتے توڑ کر، منہ موڑ کر ہم یہ پیغام نہیں پہنچا سکتے بلکہ ان سے بات چیت کے ذریعے اور قریب لا کر بات کر سکتے ہیں۔ اور یہ مسلمان کے بارے میں تصور بھی غلط ہے کہ وہ باقیوں کے بارے میں نہیں سوچتا، ان کی ہمدردی اور خیر خواہی نہیں چاہتا نہیں نہیں، بلکہ جتنی خیر خواہی وہ مسلم برادری کی چاہتا ہے اتنی ہی وہ انسانی برادری کی بھی چاہتا ہے، وہ امن اپنے لئے نہیں مانگتا بلکہ سب کیلئے مانگتا ہے، حضور علیہ السلام نے مکۃ المکرّمہ میں اور مدینہ طیبہ میں اپنے لئے امن نہیں مانگا تھا بلکہ دوسروں کو بھی امن دیا تھا اور انہیں کہا کہ تمہیں بھی کوئی خطرہ نہیں اور تمہارے دشمنوں کے خلاف ہم تمہارا ساتھ دیں گے، یہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اسلام وسعت نظر سکھاتا ہے

اس لحاظ سے اسلام کے بارے میں مطالعہ کریں، قرآن پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ کتنا زیادہ ہمیں وسعت نظر سکھائی گئی ہے، جگہ جگہ آ رہا ہے سلام علی ابراھیم، سلام علی الیاس، والسّلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیًا، انّه کان صدیقا نّبیا، پچھلے نبیوں کی تعریفیں کی جا رہی ہیں، ان پر سلام بھیجا جا رہا ہے۔ اور مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ یہ نہ کہے کہ حضور علیہ السلام سے پہلے آنے والے تمام نبیوں کو مانتا ہوں، اور ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک یہ نہ کہے کہ حضور ﷺ سے پہلے اترنے والی وحی پر میرا ایمان ہے اور حضور ﷺ پر اترنے والی وحی پر بھی میرا ایمان ہے وما انزل من قبلك، ان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کی کوئی سورت نہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام سے کوئی سورت نہیں، حضرت مریم علیہا السلام کے نام کی سورت ہے۔ اسلام کی اس وسعت نظری کو، اسلام کی ان چیزوں کو بتانے کی ضرورت ہے، اور اس سے شاید ان لوگوں کا جو مسلمانوں کے خلاف اقدامات شعوری طور پر کر رہے ہیں ان کا شاید ذہن نہ بدل سکے لیکن امید ہے کہ غیر شعوری طور پر جو کر رہے ہیں ان کا ذہن بدل سکے، اس کیلئے مکالمے کی ضرورت ہے، اس سے فرار نہیں چاہئے بلکہ اس کو صحیح اصولوں پر رکھنا چاہئے۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ (قسط ۶)

احکام القرآن کا منہج واسلوب

پہلے جن حضرات نے آیات احکام پر احکام القرآن کے نام سے مستقل تصانیف کی ہیں ان حضرات نے کسی سبب سے ان کو ضبط نہیں کیا، اس لئے حضرت تھانوی کی رائے ہوئی کہ اس تصنیف کا موضوع وسیع اور عام کردیا جائے یعنی صرف دلائل حنفیہ نہیں بلکہ مطلق احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد وتصوف اور اخلاق وتمدن کے متعلق ہوں سب کو ضبط تحریر میں لایا جائے بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثرات سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے کلام کیا جائے، یہی امتیاز ہے اس احکام القرآن کو ان حضرات کی علماء کرام کی تصانیف سے جنہوں نے آیات احکام پر کلام فرمایا ہے۔

اول تو جن آیات سے احکام پر دلالت ہو رہی ہے ان حضرات نے سب آیات کو ضبط نہیں کیا جبکہ اس احکام القرآن میں عموماً بالاستیعاب آیات پر کلام کیا گیا اور تقریباً ہر آیت سے احکام کا استخراج کیا گیا ہے، دوسرے انہوں نے صرف احکام فقہیہ پر ہی انحصار فرمایا جبکہ اس احکام القرآن میں احکام فقہیہ کے ساتھ عقائد واخلاق وتمدن کے احکام سے بھی تعرض کیا گیا ہے نیز مغربی تہذیب کے اثرات سے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے، اس وسعت موضوع کے لحاظ سے اس کا نام بھی احکام القرآن تجویز فرمادیا۔

تکملہ احکام القرآن سورۂ ق تا والناس

سورۂ ق تا والناس تک حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے احکام القرآن لکھی، چونکہ اس میں اختصار سے احکامات کا استنباط کیا تھا کئی آیات ایسی بھی تھیں جن کے مسائل کا استنباط ہی نہیں کیا گیا تھا، اس لئے حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی نے قرآن کریم کی دوسری منزل کے علاوہ اس حصہ کی طرف بھی توجہ فرمائی اور آیات قرآنیہ سے تفصیلی احکامات مستنبط فرمائے، اس کی ابتداء ۳ر شعبان

المعظم ۱۴۱۳ھ کو ہوئی اور تکمیل ۲۸/جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ کو ہوئی، یہ مسودہ فل سائز کے ۴۳۵ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ تبیض شدہ مسودہ ۷۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ۴۸۸ مسائل کا استنباط ہے۔

مقدمہ احکام القرآن

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے احکام القرآن کا مقدمہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کے ذمہ لگایا تھا لیکن حضرت کو اس کا موقع نہیں ملا، بالآخر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی نے اس کا آغاز فرمایا لیکن وہ نامکمل رہا حتی کہ آپ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

تکملہ احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا تالیفی دور ایک نظر میں

مطبوعہ تکملہ احکام القرآن

احکام القرآن سورۂ مائدہ کی ابتدا ۱۶/جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ کو ہوئی اور انتہا ۲۶/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو ہوئی۔ سورۂ انعام کی ابتدا ۲۶/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو ہوئی اور انتہاء ۹/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ کو ہوئی۔ سورۂ اعراف کی ابتدا ۹/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ کو ہوئی اور انتہا ۲۱/جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ کو ہوئی۔

(۱) پہلی جلد سورۂ مائدہ کی ابتدائی دس آیات پر مشتمل ہے، ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی کی تحقیق کے مطابق اس جلد میں آیات احکام کے ۳۳/اجزا سے ۵۷۶ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے، یہ جلد ۵۹۰ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں اس جلد کی موضوعاتی فہرست اور مصادر و مراجع کی فہرست بھی شامل ہے، یہ جلد ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور سے پہلی مرتبہ ۱۴۲۴ھ میں طبع ہوئی۔

(۲) دوسری جلد سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱ سے سورۃ کے آخر تک شامل ہے، اس میں آیات احکام کے ۱۰۵/اجزا سے ۳۸۵ مسائل کا استخراج کیا گیا ہے، یہ جلد ۴۹۶ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں اس جلد کی موضوعاتی فہرست اور مصادر و مراجع کی فہرست بھی شامل ہے، یہ جلد ۱۴۲۵ھ میں طبع ہوئی۔

(۳) تیسری جلد مکمل سورۂ انعام اور سورۂ اعراف پر مشتمل ہے، اس میں ۱۲۸ آیات احکام کے اجزا سے ۲۶۰ مسائل کا استخراج کیا گیا، یہ جلد ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں اس جلد کی موضوعاتی فہرست اور مصادر و مراجع کی فہرست بھی شامل ہے، یہ جلد ۱۴۲۵ھ میں طبع ہوئی، یہ تینوں جلدیں ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ لاہور کی زیر نگرانی طبع ہو چکی ہیں۔

غیر مطبوعہ تکملہ احکام القرآن للترمذی

(۱) احکام القرآن سورۂ انفال کا مسودہ صفحہ نمبر ۸۸۱ تا ۹۷۲ تک ۹۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ کو آغاز ہوا اور ۲۹/ شعبان ۱۴۱۲ کو تکمیل ہوئی۔

(۲) احکام القرآن سورۂ توبہ کا مسودہ صفحہ نمبر ۹۷۳ تا ۱۱۹۴ تک ۲۲۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا غرہ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کو آغاز ہوا اور ۱۵/ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ کو تکمیل ہوئی۔

(۳) احکام القرآن سورۂ ق تا آخرِ قرآن ۴۳۵ صفحات پر مشتمل ہے جس کی ۳ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ کو ابتدا ہوئی اور ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ کو انتہا ہوئی۔ ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی فرماتے ہیں کہ مفتی عبدالشکور ترمذی نے منزل ثانی کی تالیف ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں شروع کی جو کہ ۱۳۳۳ صفحات پر مشتمل ہے اس میں آپ نے ۱۷۷۶ مسائل کا استنباط واستخراج کیا ہے۔

ساتویں منزل جو مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے لکھی تھی اس کے اختصار کے پیش نظر مفتی عبدالشکور ترمذی سے اس کا ایک تکملہ لکھنے کی بھی درخواست کی گئی چنانچہ مبیضہ ۷۵۰ صفحات پر مشتمل آپ نے اس کا ایک تکملہ تحریر فرمایا جس میں آپ نے ۴۸۸ مسائل کا استنباط کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ پوری تفسیر ۱۵ جلدوں میں مکمل ہوگی اس وقت تک اس کی گیارہ جلدیں طبع ہوچکی ہیں، پانچ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی سے اور چھ جلدیں ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ جامعہ اسلامیہ لاہور سے جبکہ ادارہ اشرف التحقیق باقی جلدیں بھی جلد ہی منظر عام پر لا رہا ہے، اعلاء السنن کی طرح یہ کتاب بھی ان شاء اللہ عالم اسلام میں فقہ حنفی کی تائید میں ایک زبردست علمی شاہکار ہوگی، اللہ تعالیٰ تمام بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی قبور کو نور سے بھر دے جن کی محنت ومساعی شب و روز کی جدوجہد سے یہ کتاب لکھی گئی۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت تھانوی کی تجویز کردہ احکام القرآن کی تالیف کی انتہاء ایسے مدرسہ میں ہوئی جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی ابتداء حضرت تھانوی کے خاص تربیت یافتہ مجاز اور خانقاہ کے مفتی مولانا عبدالکریم گمتھلوی نے کی تھی اور اس کا نام بھی حضرت حکیم الامت تھانوی نے ہی اس وقت تجویز فرمایا تھا جب اس کی ابتداء تقسیم ملک سے پہلے شاہ آباد مارکنڈا ضلع کرنال میں ۱۳۵۶ھ، ۱۹۳۷ء میں کی گئی تھی ،حضرت اس تالیف منیف میں حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی کو شریک

کرنا چاہتے تھے مگر مدرسہ میں کثرت اشتغال کی وجہ سے معذرت کردی تھی ، اب آں مرحوم کے مدرسہ میں اس کا اختتام عجیب مناسبت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی فرماتے ہیں کہ اس طرح اس کتاب احکام القرآن میں تقریباً ۱۳۵۰ھ سے شروع ہوکر ۱۴۱۳ھ تک اس کی تجویز سے لے کر اس کی تکمیل تک ۶۳ سال کا عرصہ لگا چونکہ اس کی تجویز ۱۳۵۰ھ کے قریب ہوئی تھی اور تحریر کا زمانہ بھی تقریبا ۵۹ سال کا ہے کیونکہ ۱۳۵۴ھ میں اس کی تحریر شروع ہوئی مگر مختلف موانع کی وجہ سے اس میں تاخیر ہوتی رہی بالآخر دوسری منزل کے اختتام سے کتاب کا اختتام احقر ناکارہ کے ہاتھوں مقدر تھا یہ جو کچھ ہوا محض اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ہوا ورنہ یہ احقر اس قابل نہ تھا۔

جو کچھ کہ ہوا ، ہوا کرم سے تیرے   جو کچھ ہوگا ، تیرے کرم سے ہوگا!

احقر ناکارہ کا وجدان ہے کہ یہ حضرت تھانوی کی روحانیت کا فیض ہے کہ اپنے متوسلین کو مستفیض فرماتے رہتے ہیں اور حضرت والد صاحب کے ساتھ جو قلبی روحانی تعلق ونسبت حاصل تھی اس کے ظہور کا اس ناکارہ کو آلہ بنایا گیا اور حضرت والد کو اس کار خیر میں جو شریک کرنا چاہتے تھے اس دلی آرزو کو پوری کرنے کا ذریعہ اسی نالائق کو بنایا گیا اس طرح بمصداق ع پدر نکند پسر تمام کند آں مرحوم کو ثواب میں شریک کرلیا گیا لان الابن کسب لابیه کی رو سے گویا یہ حصہ حکما حضرت والد صاحب کا ہی لکھا ہوا ہوگیا ، پھر اس کریمانہ انداز اور لطف ومہربانی کے غیبی سلوک پر نظر کرنے سے بڑی امید اپنی بخشش اور رحمت خداوندی میں لپٹنے کی ہوجاتی ہے کہ : منزل اول ہمارے شیخ اول حضرت مولانا ظفر احمد عثانی اور منزل خامس شیخ ثانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثانی نے لکھی اور ثالث ورابع بھی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے حصہ میں آئی جو مثل میرے شیخ کے ہی ہیں اور آخری منزل کے مؤلف حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی تو ضابطہ میں بھی میرے شیخ حدیث ہیں ، جب میں آگے پیچھے ان تمام شیوخ پر نظر کرتا ہوں تو اپنے حال زار سے رحمت الٰہی کی قوی امید میں اور اپنی بخشش کا سامان معلوم ہونے لگتا ہے اور آخرت میں نفع کی امیدیں وابستہ ہوجاتی ہیں ، اللہ تعالی ان تمام ان تمام بزرگوں کی برکت سے اس ناکارہ کی خطاؤں کو معاف فرمائیں اور زمرہ صالحین میں محشور فرمائیں ، آمین۔

ڈاکٹر زاہد منیر عامر وزیٹنگ پروفیسر جامعۃ الازہر قاہرہ، مصر

تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون وکلیم

مصر کے مشرق میں واقع شہر عریش کے ایک علاقے راس سدر میں جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر وہ مقام ہے جہاں فرعون کی لاش تیرتی ہوئی پائی گئی تھی، یہ مقام آج کل جبلِ فرعون کہلاتا ہے اور جبلِ فرعون کے قریب ہی وہ چشمہ واقع ہے جہاں سے کارکنانِ قضاوقدر نے اسے پانی سے باہر لا پھینکا تھا، اس چشمے کا پانی گرم ہے اور اسے مقامی روایت میں حمامِ فرعون کہا جاتا ہے۔ یہاں سے حاصل ہونے کے بعد اسے بھی دیگر فراعنہ کی طرح اہرام میں منتقل کیا گیا ہوگا، کیونکہ اہرامات فراعنہ کی لاشوں کو محفوظ کرنے کیلئے تعمیر کئے گئے تھے۔ لیکن اب عبرت کے یہ نشان مصر کے عالی شان عجائب گھر میں ہیں، اس عجائب گھر کی بناء جسے عربی میں المتحف المصری کہا جاتا ہے یکم اپریل ۱۸۹۷ء کو رکھی گئی اور اسے ۱۵ ارنومبر ۱۹۰۲ء کو عوام کیلئے کھولا گیا، یہ قاہرہ کے مشہور علاقے میدانِ تحریر میں ہے اور اس کے ۱۰۷ کمروں اور گیلریوں میں ایک لاکھ بیس ہزار نوادر رکھے گئے ہیں، اس کا شمار دنیا کے بڑے عجائب گھروں میں ہوتا ہے۔ اس عجائب گھر میں داخل ہوتے ہوئے مجھے اس کی نسبت سر سید احمد خان کی رائے یاد آئی، انہوں نے لکھا تھا ''میوزیم مصر کا، یعنی عجائب خانہ ایسا عمدہ ہے کہ مصر کی پرانی چیزوں کیلئے اپنا نظیر نہیں رکھتا، پرانی لاشیں جو ممی کہلاتی ہیں اور پرانی صنائع مصر کی نہایت خوب صورتی اور عمدگی سے آراستہ ہیں اور بہت فائدہ بخش، عبرت انگیز اور حیرت خیز ہیں''۔ سر سید کے اس زاویہ نظر پر ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن یہ رائے اب بھی بے نیاز تر دید ہے، سر سید نے جن ممیوں کا ذکر کیا ہے ان میں رعمسیس ثانی کی ممی بھی شامل ہے، مشہور روایت کے مطابق رعمسیس ثانی ہی فرعونِ موسیٰ تھا، جس کی لاش کے بارے میں محققین نے بتایا ہے کہ ۱۹۰۷ء میں سر گرافٹن ایلیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے پٹیاں کھولی تھیں تو اس پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی پائی گئی تھی، جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یہ ایک عرصے تک پانی میں رہنے کی نشانی ہے۔ مصر کے مشہور عجائبات، اہرام اور ابوالہول تو شہر سے باہر ہیں لیکن یہ عجائب گھر شہر میں ہے، یہاں داخلے کا ٹکٹ پچاس مصری پاؤنڈ کا ہے۔ ہم اس ٹکٹ سے تو مستثنیٰ تھے لیکن اندر ممیوں کے حصے میں جانے کیلئے جو الگ ٹکٹ تھا ہمارے پاس موجود ڈپلومیٹک

کارڈ کے باوجود خریدنا ضروری تھا، ایک شخص کیلئے ایک ٹکٹ کی قیمت ایک سو مصری پاؤنڈ تھی یعنی پاکستانی بارہ تیرہ سو روپے، سودی گئی اور ہم ممیوں کے سکشن میں داخل ہوگئے۔ یہاں غالباً ستر ہ ممیاں ہیں، ایک مستطیل کمرے کے چاروں جانب اطراف میں چلنے کی جگہ چھوڑ کر شیشے کے شوکیس رکھے گئے ہیں جن میں قدیم فراعنہ اپنے اصل جسموں کے ساتھ موجود ہیں، ان میں سے اکثر کی صورتیں ہیبت ناک ہو چکی ہیں اور ان کی جلد ختم ہو کر نیچے سے نکلنے والا حصہ جسم بالکل سیاہ ہو چکا ہے۔ دو شہزادیوں کی ممیاں بھی ہیں لیکن ان کے جسم مکمل طور پر ڈھانپے ہوئے ہیں انہیں دیکھا نہیں جا سکتا، صرف ان کی تفصیل پڑھی جا سکتی ہے اور کفن پوش لاش دیکھی جا سکتی ہے۔ فراعنہ البتہ کندھوں سے اوپر کے جسم کے ساتھ چہروں، بازوؤں اور قدموں سمیت دیکھے جا سکتے ہیں، ان میں سے بعض کے سر اپنے وجود سے الگ ہو چکے ہیں لیکن اس طرح رکھے گئے ہیں کہ جسم سے جدا نہ ہوں۔ البتہ جبینوں کی شکست کو روکا نہیں جا سکا اور جس نے جس کیفیت میں یہ دنیا چھوڑی وہ کیفیت بھی جوں کی توں ہے۔ ان کے قد و قامت بھی آج کل کے عام انسانوں کی مانند ہیں کوئی خاص فرق نہیں، جسامت بھی معمولی ہے، ہو سکتا ہے کہ مرور ایام سے جسم اپنی اصل کے مقابلے میں سکڑ گیا ہو تاہم قامت تو یقیناً وہی ہے۔

مجھے فطری طور پر سب سے زیادہ دلچسپی رعمسیس ثانی کی ممی سے تھی، ہم پاکستانی تو اسے ایک ملعون و مغضوب کے طور پر ہی جانتے ہیں لیکن یہاں مصر میں آ کر دیکھا کہ قاہرہ شہر کا ایک اہم علاقہ اس کے نام سے منسوب ہے جسے میدان رمسیس کہا جاتا ہے، ایک سڑک اس کی یادگار ہے، ایک فائیو سٹار ہوٹل کا نام اس کے نام پر رکھا گیا ہے اور اس کے سوانح اور فضائل پر بڑی بڑی کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ فرعون کے بارے میں معلومات کا ماخذ وہ تحریریں بتائی جاتی ہیں جو فراعنہ کی لاشوں اور عمارتوں پر درج تھیں، یہ عبارتیں ایک زمانے تک نہیں پڑھی جا سکی تھیں، کہا جاتا ہے کہ اب انہیں پڑھ لیا گیا ہے اور اس زبان کا نام ہیروغلیفی (Heroghlafic) ہے۔ ان معلومات کے مطابق یہ صاحب ۱۲۷۹ قبل مسیح میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۳ قبل مسیح تک جہانِ رنگ و بو کو دیکھا۔ بیس برس کی عمر میں اقتدار سنبھالا اور چھیاسی سالہ زندگی میں ۶۷ برس اقتدار کے مزے لئے۔ اسے توسیع سلطنت کا شوق تھا جس کے نتیجے میں اس کے عہد میں مصر کی سلطنت وسیع ہوئی اور بعض قریبی منطقوں سے عمر بھر اس کی آویزش جاری رہی۔ آج جس علاقے کو ملک شام کہا جاتا ہے یہ بھی ان منطقوں میں شامل ہے جسے فرعون کے توسیع پسندانہ عزائم

کا سامنا رہا۔ یہ ایک پر جوش اور شوقین مزاج حکمران تھا جس نے اپنے دور میں بہت سی عمارات تعمیر کروائیں، اس کی تعمیرات میں ابوسمبل کے معبد کے آثار آج تک موجود ہیں۔ اس کی قانونی بیویوں کی تعداد دوسو تھی جن سے اس کے چھیانوے بیٹے اور ساٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں، وہ اپنی اولاد کے بارے میں مکمل معلومات سے محروم رہا۔ اس کی اہم بیوی کو "چیف وائف" کہا جاتا ہے جس کا نام نفرتاری (Nafertari) تھا، ابھی پچھلے سال ۲۷؍جون ۲۰۰۷ء کو مصر کے ایک ماہر آثارقدیمہ ڈاکٹر حواس اور ان کے ساتھیوں نے تین ہزار سال پرانی ایک اور ممی کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہے جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ مصر کی ایک قدیم حکمران خاتون کی ممی ہے جس کا نام (Hatshepsut) ہے، یہ مصر کی سب سے طاقتور حکمران خاتون تھی، اس کے ڈی این اے ٹیسٹ کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس کا خاندانی تعلق فرعون کی "چیف وائف" نفرتاری سے تھا۔

میرے لئے سب سے اہم سوال یہ تھا کہ آیا یہ وہی فرعون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا یا کوئی اور؟ عام اور مشہور روایت یہی بتاتی ہے کہ یہ وہی حضرت ہیں جنہیں دعوائے خدائی کا عارضہ لاحق تھا، شیشے کے جس محبس میں یہ اب بند ہے اس پر یہ تو لکھا ہے کہ اسے دانتوں اور جوڑوں کے درد کی تکلیف تھی، یہ نہیں بتایا گیا کہ اسے خرابی دماغ کا مرض بھی لاحق تھا۔ بہر حال میں نے اس کے زمانے سے متعلق معلومات حاصل ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کی بابت جاننا چاہا، Encyclopedia of World Biography کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۳۲۹ق۔م میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۲ق۔م میں انتقال فرمایا۔ زمانہ قبل مسیح کے سنین حتمی طور پر کون بتا سکتا ہے قیاس اور اندازے کی ہمراہی ہی میں یہ سفر کیا جاتا ہے، تاہم ان سنین سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی دکھائی دیتی ہے کہ رعمسیس ثانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاصر تھا۔ میں تمام ممیوں کو دیکھ چکا تو ایک بار پھر رعمسیس ثانی کی طرف بڑھا، اچانک ایک شناسائی کا احساس ہوا، پاکستانی شلوار قمیص میں ملبوس ایک فربہ وجود ساتھ کے شوکیس پر جھکا ہوا تھا، میں چونکا ارے یہ تو ندیم شفیق ملک ہیں، وہ گزشتہ روز ہی قاہرہ پہنچے تھے، سلام کے بعد کلام اسی سوال سے شروع ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون کونسا ہے؟ میں نے رعمسیس ثانی کی ممی کی طرف اشارہ کیا اور ہم دونوں اس کے قریب آ گئے، ان کے ذہن میں کروٹ لیتے سوالات کا جواب دیتے ہوئے میں نے وضاحت کی کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی پرورش رعمسیس اول نے کی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ رعمسیس ثانی نے کیا تھا، لیکن مجھے یوں لگتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اور آپ کا مقابلہ دونوں باتیں رعمسیس ثانی ہی کے دور میں ہوئیں، اس لئے کہ قرآن پاک کے مطابق جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوائے نبوت کیا تو فرعون نے ان سے کہا تھا کہ تم وہی تو ہو جو کل تک ہمارے سامنے ایک بچے تھے اور ہم نے تمہاری پرورش کی تھی قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَّلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں نہیں پالا تھا اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے (۲۶الشعراء ۱۸) رعمسیس ثانی کی ممی کے تابوت یا شوکیس پر اس کا زمانہ حکومت ۶۷ سال بتایا گیا ہے اس سے بھی اس خیال کو تقویت ملتی ہے، ۶۷ سالوں میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش سے اعلان نبوت تک کے تمام مراحل آسکتے ہیں، اس لئے کہ عام طور سے نبوت ملنے کی عمر چالیس سال رہی ہے۔ فرعون کے بازو ایک دوسرے کے اوپر کراس بناتے ہوئے نمایاں ہیں اور ران پر کچھ مرہم پٹی بھی کی گئی ہے، اس کے ہاتھوں اور پیروں کے ناخن اور سر کے بال بھی بعینہٖ ہیں (سر کے بالوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کی ممی فیکیشن کی گئی ہے) البتہ داڑھی غائب ہو چکی ہے، میں سوچ رہا تھا کہ کیا یہی وہ بازو ہیں جو بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھلایا کرتے تھے اور کیا یہی وہ حضرت ہیں روایت کے مطابق جن کی داڑھی کے موتیوں کو کم سن بچے نے توڑ کر اسے اس کے بر خود غلط ہونے کا احساس دلایا تھا اور جس کے نتیجے میں یہ غضبناک ہو گیا تھا۔ میں چشم تصور سے فرعونی دربار کے وہ مناظر دیکھ رہا تھا جب جادوگروں نے اپنی رسیاں پھینک دی تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی صداقت کی دلیل لانے کیلئے کہا گیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان رسیوں کو نگل رہا تھا اور جادوگروں کی آنکھیں یوں کھل رہی تھیں کہ اب انہیں اپنے فن سے بڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر یقین آرہا تھا، اور جب عصائے موسوی نے ان کے جھوٹے سانپوں کو کھالیا تو اس وقت تک جادوگروں کے دل کی حالت بدل چکی تھی اور وہ پکار اٹھے تھے کہ موسیٰ کا خدا سچا ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس احقاق حق پر فرعون کا ردعمل وہی تھا جو اس نوع کے حکمرانوں کا ہوا کرتا ہے، اسے اس میں ایک گہری سازش کارفرما دکھائی دینے لگی اور اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ تمہیں میری اجازت کے بغیر یہ اعلان کرنے کی جرأت کیسے ہوئی، میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا تاکہ تم عمر بھر نشان عبرت بنے

رہو، لیکن وہ صاحب فن تھے وہ اپنے فن کی ناپائیداری اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی استواری سے آگاہ ہو چکے تھے، اب ان پر حقیقت اور سراب کا فرق واضح ہو چکا تھا اور نشانِ عبرت بننا فرعون کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ میں اسی نشانِ عبرت کے سرہانے کھڑا تھا، میں نے اسے مخاطب کر کے کہا دعوائے خدائی کی جہالت میں اب تم اکیلے نہیں ہو، آؤ تمہیں دکھاؤں بزعم خویش ربِ اعلیٰ ہونے کے کتنے مدعی موجود ہیں اور تم سے بڑھ کر سفاکی اور درندگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تم تو بنی اسرائیلوں کے دشمن تھے یہ بنی نوعِ انسان ہی کے دشمن ہیں، لیکن تمہارے انجام سے بے خبر انہیں نہیں معلوم کہ آخری وقت تو تمہاری بھی آنکھیں کھل گئی تھیں لیکن اس وقت چڑیاں اپنا کھیت چگ چکی تھیں اور تمہارے مقدر میں پچھتاوے اور ملامت کے سوا کچھ نہ تھا۔

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعهم فرعون وجنوده بغیا وعدوا حتّٰی اذا ادرکه الغرق قال امنت انّه لا اله الاّ الّذی امنت به بنوا اسرائیل وانا من المسلمین اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا، یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں (۱۰ یونس ۹۰) لیکن اب عذر معذرت کا وقت ختم ہو چکا تھا، اب جو نجات ممکن تھی وہ فقط اتنی تھی کہ تمہارے بدن کو سمندر کی موجوں نے اگل دیا اور تمہیں آنے والوں کیلئے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ اب اگر میں تمہارے سرہانے کھڑا تمہیں فرعونِ موسیٰ کی حیثیت سے خطاب کر رہا ہوں تو اس کا سبب بھی میرے سچے خدا کا یہ فرمان ہے کہ فالیوم ننجیك ببدنك لتكون لمن خلفك اية وانّ كثيرا مّن النّاس عن اياتنا لغافلون سو آج ہم صرف تیری لاش کو نجات دیں گے تا کہ تو ان کیلئے نشان ہو جو تیرے بعد ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں (۱۰ یونس ۹۲) میں نے فرعون سے کہا سنو میں اللہ کی نشانیوں سے غافل ہونے والوں میں شامل نہیں ہونا چاہتا بلکہ تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم جھوٹے تھے جو آج معمولی ملازموں کے رحم و کرم پر بے حس و حرکت پڑے ہو، میرا حی و قیوم خدا سچا ہے، پھر میں نے اسی کمرے میں عصر کی نماز ادا کر کے اپنے رب کی توحید، بزرگی، جلالت اور عظمت کا اقرار کیا۔

رہے ہیں اور رہیں فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضا

(بشکریہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)

مولانا محمد جمیل صاحب چاوے والا

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور آپ کا نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ۔ امام کے والد محترم امام مالک رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں جن کا ذکر تاریخ اور رجال کی کتب میں ملتا ہے۔

تاریخ ولادت: امام بخاری رحمہ اللہ ۱۳ رشوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

امام کی بصارت بچپن میں ہی جاتی رہی، ان کی والدہ نے خوب دعائیں کیں، خواب میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت ہوئی فرمایا اللہ نے تیرے بچے کی آنکھیں درست فرمادیں، بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ امام صاحب کی آنکھیں بالکل تندرست ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ محدث داخلی رحمہ اللہ کی مجلس میں

ابھی امام بخاری رحمہ اللہ بچے تھے ان کے والد کا انتقال ہوگیا، مرتے وقت انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے مال میں ایک پیسہ بھی مشتبہ نہیں، اسی مال سے امام بخاری کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ دستور کے مطابق امام صاحب کو مکتب میں پڑھنے کیلئے بھیجا گیا اور امام داخلی رحمہ اللہ کی مجلس میں آپ حدیث پڑھنے جایا کرتے تھے جہاں بڑے بڑے علماء حدیث پڑھنے آتے تھے، تو امام بخاری بچپن کی وجہ سے ایک کونے میں بیٹھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امام داخلی نے ایک حدیث کی سند اس طرح پڑھی عن سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم تو امام بخاری نے کونے میں سے فرمایا کہ ابوزبیر کا لقاء ابراہیم سے ثابت نہیں بلکہ یہ زبیر بن عدی ہے، یہ سن کر محدث داخلی مکان میں تشریف لے گئے اور کتاب دیکھی تو فی الحقیقۃ اس میں عن ابی زبیر کے بجائے عن زبیر تھا تو استاد نے فرمایا بچے تم نے صحیح کہا، تو اسی دن سے امام بخاری رحمہ اللہ اپنے استاد امام داخلی رحمہ اللہ کی نظر میں مقبول و وقیع بن گئے۔

دوسرا واقعہ

کچھ دنوں بعد دوسرا واقعہ یوں ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک دوسری مجلس میں تشریف لے جاتے تھے جہاں دوسرے علماء بھی احادیث قلمبند فرماتے مگر امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے نہ تھے، لوگوں نے کہا تم خالی ہاتھ آ کر بیٹھ جاتے ہو اور وقت ضائع کرتے ہو اس کا کیا فائدہ؟ اول تو امام بخاری رحمہ اللہ

خاموش رہے لیکن جب انہوں نے برا بھلا کہنا شروع کیا اور تنگ کرنے لگے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا تم اپنی لکھی ہوئی احادیث لاؤ، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کو ایک طرف سے سنانا شروع کیا اور سب حفظ سنادیں جن کی تعداد پندرہ ہزار تین تھی، یہ سن کر وہ سب منہ دیکھتے رہ گئے۔

سفر حجاز

۲۱۰ھ میں جب آپ کی عمر سولہ سال ہوئی تو اپنے والد ماجد کی پاک کمائی سے اپنی والدہ اور بڑے بھائی احمد کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے، حج کر کے آپ کی والدہ محترمہ اور بھائی تو واپس تشریف لے آئے لیکن آپ بغرض تعلیم وہیں ٹھہر گئے۔ جب آپ کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو ایک کتاب ''قضایا صحابہ وتابعین'' کے نام سے مدینہ پاک میں تحریر فرمائی، اور آپ خود فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے عبداللہ بن مبارک جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور امام وکیع کی تمام کتابیں یاد تھیں۔ پھر آپ نے دوسری کتاب ''تاریخ کبیر'' کے نام سے تحریر فرمائی جس کو روشنی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے چاند کی روشنی میں بیٹھ کر لکھا۔

آپ کی قوت یادداشت

جب امام بخاری رحمہ اللہ کی شہرت عام ہونے لگی تو کچھ لوگوں نے آپ کے امتحان لئے جس کا ایک واقعہ بغداد میں پیش آیا کہ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو وہاں کے علماء نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان کی شہرت بہت ہے لہٰذا ان کا امتحان لیا جائے، چنانچہ دس علماء نے مل کر سو احادیث تلاش کیں اور دس دس احادیث ہر ساتھی پر تقسیم کر دیں اور ان کی سند، متن اور مضمون حدیث کو ایک دوسرے کی جگہ رد و بدل کر دیا، جب امام صاحب تشریف لائے تو سب نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کو کچھ احادیث سنانا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا سناؤ تو ہر ایک نے نمبر وار حدیث سنا کر پوچھا کہ یہ احادیث کیسی ہیں؟ آپ لا ادری فرماتے رہے، جب سب فارغ ہو گئے تو آپس میں اشارے شروع کر دیے کہ یہ ہیں جن کی بڑی شہرت ہے، تو آپ نے اول سے فرمایا کہ تم نے احادیث یوں پڑھی ہیں یہ غلط ہے، صحیح سند اور متن یہ ہے اور ہر ایک کو نمبر وار پہلے ان کے طریقہ پر سنائیں اور پھر صحیح طریقے سے احادیث سنائیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے، علماء ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان کو اول مدونین اور اول جامعین میں شمار فرمایا ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک الفیہ لکھا ہے جس میں ایک ہزار اشعار ہیں اور اس میں ان حضرات

کے اسمائے گرامی بھی مذکور ہیں جن کو اول مدون کہا گیا ہے اس میں آپ کا نام بھی موجود ہے، فرماتے ہیں۔

واوّل الجامع باقتصار علی الصحیح فقط البخاری
و مسلم بعد الاوّل علی الصحیح فی الصحیح افضل

امام بخاری رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق تصنیف

آپ نے دیگر تصانیف کی طرح صحیح بخاری شریف بھی تصنیف فرمائی جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ کی کتاب قرآن مجید کے بعد سب سے صحیح کتاب بخاری شریف ہے کہ اس میں ذکر کردہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ کتاب کا پورا نام الجامع المسند الصحیح من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کو تقریباً سولہ سال میں لکھا جس میں تقریباً نو ہزار احادیث ہیں اور ایک راوی بھی ضعیف نہیں اور لکھنے کے بعد اپنے اساتذہ کی خدمت میں پیش فرمایا، اساتذہ میں امام احمد بن حنبل علی ابن المدینی اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔

صحیح بخاری شریف کی فضیلت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء نے تجربہ سے بخاری شریف کے کچھ فضائل لکھے ہیں، مثلاً جس جہاز میں بخاری کا نسخہ ہو وہ سمندر میں نہیں ڈوبے گا، نیز کسی بھی مشکل کے حل کیلئے بخاری شریف کا ختم بہت مجرب ہے۔ اور کسی مریض کیلئے اس کا پڑھنا بہت نافع ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بارہا ہم نے تجربہ کیا کہ مریض کے واسطے بخاری شریف کا ختم ہوا وہ شفایاب ہو گیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوزید مروزی (جو بہت بڑے فقیہ ہیں انہوں) نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ شافعی کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے، انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی کتاب کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بخاری شریف۔ بخاری شریف میں بائیس روایات ثلاثی ہیں، جن میں امام بخاری اور حضور ﷺ کے درمیان صرف ۳ واسطے ہیں تبع تابعی، تابعی، صحابی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

سبب تالیف

امام بخاری رحمہ اللہ نے بچپن میں خواب دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے مکھیاں اڑا رہے ہیں، امام نے اپنا خواب اپنے استاذ اسحاق بن راہویہ کو سنایا انہوں نے یہ تعبیر دی کہ تم کسی وقت میں ان شاء اللہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث کے ذخیرہ سے ان حدیثوں کو نکالو گے جو ضعیف اور موضوع

ہیں۔اس کے بعد ایک مرتبہ ان کے استاذ نے ان سے فرمایا کہ تم ایک کتاب لکھو جس میں صحیح احادیث ہوں، ان کو بھی شوق اور ولولہ ہوا تو حدیث کی اقسام ثمانیہ کو انتقاء کر کے احادیث صحیحہ بخاری شریف کے اندر جمع فرمائیں۔بخاری شریف کی سب سے بڑی خصوصیت جس کو امام بخاری رحمہ اللہ کی ساری کمائی کہا جا سکتا ہے وہ ان کے تراجم ہیں یعنی احادیث سے مسائل کا استنباط کرنا،اسی وجہ سے حضرات علماء نے با قاعدہ اس میں تصنیفات فرمائی ہیں،حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ''تراجم بخاری'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اردو زبان میں ایک رسالہ ''الابواب والتراجم'' کے نام سے لکھا ہے، ایسے ہی ہمارے اکابر اور مشائخ کے یہاں بھی اسی بات کا اہتمام رہا کہ اصل مقصد ترجمۃ الباب ہے۔

واقعہ امیر خالد

ایک مرتبہ امیر خالد نے امام صاحب کو کہلا بھیجا کہ کسی وقت آ کر میرے لڑکوں کو حدیث پڑھا دیا کریں،آپ نے فرمایا مجھے حدیث پاک کو ذلیل نہیں کرنا جس نے پڑھنا ہو میرے پاس آ کر پڑھے،امیر نے اس کو منظور کر لیا اور کہا کہ میں لڑکوں کے ہمراہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ ہمارے لئے آپ الگ وقت نکالیں کہ دوسرے لوگ اس وقت تعلیم کیلئے نہ آئیں،آپ نے فرمایا کہ یہ شرط منظور نہیں کیونکہ پڑھنے میں سب لوگ برابر ہیں،امیر کو اس پر بڑا غصہ آیا اور آپ کو حکم دے دیا کہ بخارا سے نکل جائیں،چنانچہ آپ بخارا سے نکل گئے اور نکلتے وقت یہ دعا فرمائی ''اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھے نکالا ہے تو بھی اس کو ذلیل کر کے یہاں سے نکال دے''،چنانچہ ایک ماہ سے پہلے ہی امیر سے اس کا حاکم اعلیٰ کسی غلطی کی بنا پر ناراض ہو گیا اور اس کو معزول کرنے کا حکم دیا اور کالا منہ کر کے گدھے پر سوار کرا کر پورے شہر کا چکر لگوایا۔

آخر عمر میں مسئلہ خلق قرآن کی وجہ سے آپ کو بڑی مشکلات کا سامنا ہوا اور خرتنگ مقام میں آپ نے رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں یہ دعا فرمائی اللّٰھم ضاقت علیّ الارض بما رحبت فاقبضنی الیک،چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور عید کی رات میں وفات ہوئی،عید الفطر یوم شنبہ ۲۵۶ھ کو بعد نماز ظہر اس مجسمۂ نور کو مقام خرتنگ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔آپ نے ۶۲ سال عمر پائی مدتوں آپ کی قبر سے نہایت زوردار خوشبو مہکتی رہی،ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

قارئین تفصیل کیلئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی تقریر بخاری ملاحظہ فرمائیں (جو اس مضمون کا ماخذ ہے)مزید تفصیل چاہیں تو کشف الباری،فضل الباری،انعام الباری،انوار الباری دیکھ لیں۔

یادِ رفتگاں

حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری جام پور

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ برصغیر پاک و ہند کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، آپ کے والد ماجد امام المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین تھے۔ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین صاحبزادے تھے، سب سے بڑے حضرت مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر مرحوم تھے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے مدیر اور متعدد تصانیف کے مؤلف اور محقق عالم تھے، وہ غالباً ۱۹۸۲ء میں انتقال فرما گئے تھے۔ دوسرے صاحبزادے محمد اکبر شاہ دورۂ حدیث کے طالب علم نوجوان عالم تھے جو وفات پا گئے تھے۔ تیسرے صاحبزادے جو سب سے چھوٹے تھے ان کی ولادت باسعادت ۱۴ر شعبان ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء کو شب براءت میں ہوئی تھی، آپ نے ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم دارالعلوم دیوبند ہی میں اکابر اساتذہ کی آغوش محبت میں مکمل کی، آپ نے تقسیم سے پہلے پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے، ادیب فاضل اور عربی فاضل کے امتحانات دیئے اور امتیازی نمبروں میں پاس ہوئے، آپ نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۳ء میں سند الفراغ حاصل کی۔ آپ نے جن باکمال اکابر اساتذہ سے اکتساب علم کیا ان میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب علامہ مولانا اعزاز علی امروہی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا ظہور احمد دیوبندی اور مولانا حسن دیوبندی رحمہم اللہ تعالیٰ قابل ذکر ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند ہی سے تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور ۱۹۵۴ء سے ۱۹۸۲ء تک تقریباً اٹھائیس سال دارالعلوم میں اونچے درجہ کی کتب پڑھاتے رہے۔ حافظ بڑا غضب کا تھا، حافظہ اور ذہانت میں اپنے والد ماجد علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نمونہ تھے۔ جب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں اختلافات پیدا ہوئے اور ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا تو آپ بھی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے اور خانوادۂ قاسمی سے محبت و تعلق کی بناء پر دارالعلوم سے الگ ہو کر حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ کے قائم کردہ دارالعلوم وقف دیوبند سے وابستہ ہوئے اور بطور صدر مدرس و شیخ الحدیث

دارالعلوم دیوبند (وقف) میں آخر دم تک تعلق رہا اور ۲۶ برس تک بخاری شریف پڑھاتے رہے، اس طرح آپ نے ۵۴ برس تک حدیث رسول ﷺ کے چراغ جلائے۔ ہزاروں تلامذہ نے آپ سے کسب علم کیا اور پوری دنیا میں آپ کے تلامذہ دینی، علمی و تدریسی خدمات میں مصروف نظر آتے ہیں محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد طالبان حدیث نے آپ سے دورۂ حدیث پڑھا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ محض ایک جید عالم دین اور محدث عصر ہی نہ تھے بلکہ روحانیت کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے، خود بھی ایک شیخ طریقت، مرشد کامل اور عابد شب زندہ دار تھے، سلسلۂ روحانیت بھی علمی کمالات کی طرح آپ کو وراثت میں ملا، آپ کا روحانی ذوق وشوق بھی کمال درجہ تھا۔ آپ نے پہلی بیعت فراغت کے فوراً بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے دست حق پرست پر کی، حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے بعد امام الاولیاء حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا اور اصلاح و تربیت کے منازل طے کرتے رہے، بعد ازاں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب دنیا سے رخصت ہوگئے تو آپ نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا دامن فیض تھام لیا اور سلسلہ اشرفیہ امدادیہ میں داخل ہو کر حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے تربیت روحانی حاصل کی اور خوب خوب فیضیاب ہوئے یہاں تک کہ حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت واجازت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ خلافت کی سرفرازی کے بعد آپ نے سینکڑوں افراد کی اصلاح کی اور حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ صد سالہ تقریب دارالعلوم دیوبند کے موقع پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم نے بھی خلافت عطا کی اور اس کے بعد حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم کی طرف سے بھی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے ساری عمر تدریسی خدمت کے ساتھ ساتھ تبلیغ واشاعت دین کی خدمت بھی کی، حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو تقریر و تحریر میں ید طولیٰ اور وافر حصہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ متعدد ممالک میں آپ نے تبلیغ دین کیلئے سفر کئے اور دینی مدارس و دینی اجتماعات سے خطاب فرماتے رہے، خصوصاً ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے متعدد شہروں میں آپ نے بڑے بڑے اجتماعات میں خطاب فرمائے۔ پاکستان میں جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ خیر المدارس ملتان، دارالعلوم کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ

بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ احتشامیہ کراچی، اشرف المدارس کراچی، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا اور اسی طرح دیگر دینی مدارس کے اجتماعات میں آپ نے کئی کئی گھنٹے وعظ فرمائے۔ احقر ناکارہ نے بھی جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے علاوہ کئی مقامات پر آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور آپ کے علمی و روحانی بیانات سننے کا اتفاق ہوا۔ آپ بلاشبہ ایک عظیم محدث، محقق ہونے کے ساتھ عظیم مبلغ اسلام اور خطیب لاثانی بھی تھے اور آخر تک تبلیغ دین فرماتے رہے۔

آپ کئی دینی، مذہبی تنظیموں جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار اسلام ہند کے صدر بھی رہے اور قائدانہ بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ تقریر و خطابت کے علاوہ تحریر کے باب میں بھی وافر حصہ عطا ہوا تھا اور حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے قلم فیض رقم سے ایک درجن سے زائد تصانیف کرائیں جن میں عربی تفاسیر کے تراجم و حواشی جیسے محنت و وقت طلب کام کے علاوہ اپنے عظیم والد ماجد امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح حیات ''نقش دوام'' قابل ذکر ہے جس میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات وخدمات کے علاوہ ان کے اکابر اساتذہ، ہمعصر علماء اور ممتاز تلامذہ کے حالات و واقعات اس سوانح حیات میں آپ نے قلمبند فرمائے ہیں، بخصوصیت سے حضرت نانوتوی، حضرت شیخ الہند، حضرت حکیم الامت تھانوی، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے تذکرے بڑی محبت سے تحریر فرمائے ہیں۔ امام العصر علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے معروف تلامذہ جن میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، علامہ محمد ادریس کاندھلوی، حضرت قاری محمد طیب قاسمی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، علامہ محمد یوسف بنوری، مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا احمد رضا بجنوری رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

آپ نے اپنی آپ بیتی ''لولوئے لالہ'' بھی قلمبند فرمائی تھی، اسی طرح سے کئی دینی علمی تاریخی اور ادبی عنوانات پر تصانیف لکھی ہیں، بالخصوص اپنے والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے غیر مطبوعہ افادات کی ترتیب و اشاعت کا اہتمام کیا۔ ابتدائی عمر میں شاعری کا بھی بڑا ذوق رہا، بعد ازاں تدریس و تصنیف میں مصروف رہے اور شاعری کا ذوق ختم کر دیا۔ بہرحال حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بھرپور انفرادی و اجتماعی زندگی گزاری ہے، ساری عمر دین کی خدمت میں مصروف رہے، اخلاق و عادات میں اپنے اسلاف کا عین نمونہ تھے، ملنسار، متواضع اور سادگی کا پیکر تھے،

زہد و تقویٰ اور علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ عمر کے آخری چند ماہ سے علیل چلے آرہے تھے اور بالآخر ۱۹ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ صبح تقریباً ساڑھے دس بجے دہلی کے گنگارام ہسپتال میں داعی اجل کو لبیک کہاانا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔اسی روز عشاء کی نماز کے بعد دارالعلوم دیوبند میں پچاس ہزار سے زائد عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی، حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی مدظلہ نے امامت کے فرائض انجام دیے جو دارالعلوم دیوبند (وقف) کے مہتمم اعلیٰ اور آپ کے قریبی ساتھی ہیں ۔نماز جنازہ کے بعد آپ کو ان کے والد ماجد کے پہلو میں قبرستان قاسمی دیوبند میں دفن کیا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ' آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ان کے صاحبزادے مولانا احمد خضر صاحب کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور ان کے نقش قدم پر چلائے، آمین۔

منظوم تاثرات

آہ! مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

بزمِ جہاں سے پیکرِ انور چلے گئے
منظر ہے سوگوار کہ انظر چلے گئے

تکتے ہی رہ گئے انہیں سب رہروانِ علم
چپکے سے اہلِ علم کے رہبر چلے گئے

مثلِ نجوم چھوڑ کر اپنے تلامذہ
جو شمس کی مثال تھے اظہر چلے گئے

اب وسعتِ بہشت میں خوش خوش پھریں گے وہ
کنجِ دیارِ رنج سے باہر چلے گئے

کچھ رہ گئے ہیں قدر کریں ان کی اہلِ دل
دنیا سے اہلِ علم تو اکثر چلے گئے

اب ننگِ خار اپنے عیب چھپائیں گے کس طرح
جب صحنِ گلستاں سے گُلِ تر چلے گئے

(حاصل تمنائی)

محمد عبداللہ متعلم دارالعلوم سرگودھا

للّٰہیت اور بے نفسی کا انوکھا واقعہ

ہم میں سے ہر شخص کی دلی خواہش اور تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ وہ کوئی ایسا اچھا کارنامہ سرانجام دے کہ جس پر اس کو لوگوں کی طرف سے داد تحسین ملے، یا وہ کوئی ایسا عجیب کام کرے کہ جس کی وجہ سے لوگ حیران و ششدر رہ جائیں اور لوگوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو اور وہ لوگوں کی توجہ کا محور و مرکز بنے اور اس کی حمد و ستائش زبان زد خاص و عام ہو اور گئے زمانہ تک اس کے تذکرے ہوتے رہیں۔

لیکن چمنستان نبوت کے شگفتہ پھول اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اسلامی تعلیمات کی گود میں اور اس کے سائے میں پرورش پائی اور سید المرسلین ﷺ کی نگرانی میں ان کی نشو و نما ہوئی ان کا طرز زندگی عام مسلمانوں سے مختلف ہوتا ہے۔

انہوں نے تعجب خیز کارنامے سرانجام دیئے لیکن ان کے دل تکبر و انانیت سے پاک تھے اور ان کی منزل مقصود مدح و تعریف اور عالمگیر شہرت نہیں تھی اور نہ ہی ان کی غرض یہ تھی کہ مخلوق میں ان کی امانت و دیانت کے چرچے ہوں اور لوگوں میں ان کا مقام و مرتبہ ہو، بلکہ ان کا ہر قدم خالق کائنات، مالک کائنات کی رضا جوئی کی غرض سے اٹھتا اور ان کا ہر فعل عند اللہ اپنا مقام و مرتبہ بڑھانے کی نیت سے ہوتا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ جب مسلمان مدائن میں داخل ہوئے اور انہوں نے شہروں کو فتح کیا اور بہت سے علاقوں پر ان کا تسلط قائم ہو گیا تو ان علاقوں سے بہت ہی عمدہ اور قیمتی غنائم ان کے ہاتھ لگے، اس زمانہ میں مسلمانوں کی اپنی حالت یہ تھی کہ مالی اعتبار سے بہت کمزور اور رہائش کیلئے بھی کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں تھا بلکہ خیموں میں گزر اوقات کر رہے تھے۔

ان پسماندہ حالات میں بھی ان کے زہد و تقویٰ، امانت و دیانت اور خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ایک سپاہی کو بہت ہی عمدہ مال ملا، اس نے یہ نہیں سوچا کہ چونکہ اسے کسی نے دیکھا تو ہے نہیں لہذا وہ مال اپنے پاس رکھ لے اور اپنی گزر بسر کرے بلکہ وہ قیمتی مال لے کر اسلامی لشکر کے امیر اور سپہ سالار کے پاس آیا اور وہ مال اس کے حوالے کر دیا۔

امیر کے پاس لوگوں کا مجمع لگا ہوا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ایک پھٹے پرانے کپڑوں اور

خستہ حالت والا فقیر آدمی اتنا قیمتی مال کہ جس کے قریب تر مال بھی ہمارے پاس نہیں ہے لے کر قائد لشکر اسلامی کے پاس آیا ہے اور اس کے حوالے کر دیا ہے تو وہ اس کی امانت ودیانت اور شرافت پر متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے اس طرح کا واقعہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

پھر ان کے ذہن میں یہ سوال رونما ہوا کہ شاید اس صاحب نے اپنی گزر بسر کیلئے کچھ مال اپنے پاس رکھ لیا ہو اور باقی واپس کر دیا ہو تو وہ ان سے پوچھنے لگے کہ کیا آپ نے اس میں سے کچھ مال اپنے پاس بھی رکھا ہے؟

تو وہ صاحب کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر مجھے اللہ کا ڈر اور خوف نہ ہوتا تو میں یہ مال ہرگز تمہارے پاس نہ لاتا، میں نے تو یہ سب کچھ خیانت کے وبال سے بچتے ہوئے اور اللہ رب العزت سے ڈرتے ہوئے کیا ہے۔

تو وہ لوگ جان گئے کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ عند اللہ اس کا بہت بڑا مرتبہ ومقام اور شان ہے۔

پھر وہ ان سے کہنے لگے کہ آپ کون ہیں؟ ذرا اپنا تعارف تو کروایئے۔

تو وہ صاحب کہنے لگے کہ اگر میں نے یہ سب کچھ نام ونمود کیلئے اور تمہیں اپنا امین اور دیانتدار بتلانے کیلئے کیا ہوتا تو ضرور میں تمہیں اپنا نام بتا دیتا لیکن میں نے تو یہ سب کچھ اللہ کی رضا کیلئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا ہے۔

یہ کہہ کر وہ صاحب چل دیئے، لوگوں نے ان کا پیچھا کیا پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ گلستان فخر انبیاء کا ایک گل عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ ہے۔

(قصص من التاریخ الاسلامی از مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

امداد السائل فی الاحکام والمسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

نماز کے بعد ذکر بالجہر کا حکم

بعض اہل بدعت کی طرف سے ایک تحریر شائع کی گئی تھی، جس میں نماز کے بعد آواز بلند ذکر کو ثابت کیا گیا تھا، اور اس میں یہ حدیث ذکر کی گئی تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں جب میں ذکر کو سنتا تھا تو معلوم کرلیتا تھا کہ لوگ جماعت سے فارغ ہوگئے ہیں (بحوالہ بخاری) حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں اس تحریر کو ارسال کیا گیا، جس کے جواب میں حضرت نے درج ذیل مضمون تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: بخاری شریف کی حدیثِ مذکور کو سند کے اعتبار سے اس کے سب راوی معتبر ہیں، مگر فرض نماز سے فارغ ہوتے وقت لوگوں کے ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنے پر حنفیہ کے اصول پر اس حدیث کو دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت کرنے والے ان کے غلام ابو عبیدہ ہیں ان کے شاگرد عمرو بن دینار نے ان کے سامنے ان کے حوالہ سے یہ حدیث پڑھی تو ابو عبیدہ نے انکار کردیا کہ میں نے تم کو یہ حدیث نہیں سنائی (بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۱۳۴) استاد کے انکار سے شاگرد کی انہی کے حوالہ سے روایت دلیل بننے کے قابل نہ رہی اور اگر کوئی دلیل قرار دے تو بقول ابن بطال اور علامہ عینی یہ عمل حضور ﷺ کے آخری زمانہ میں منسوخ ہوچکا تھا، اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور خود ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل نہیں فرمایا۔ اصولِ حدیث کا قاعدہ ہے کہ راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ ابن بطال نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ تھا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کے بیان کرتے وقت خود ایسا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اُس وقت عمل تھا۔ ورنہ اس فرمانے کے کہ (حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا) کوئی معنی نہ ہوں گے۔ امام نووی شافعی شارح مسلم بھی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں کہ: تمام اصحاب مذاہب جن کے مذہبوں کا آج اتباع کیا جاتا

ہے اس پر متفق ہیں کہ ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا مستحب نہیں (شرح مسلم ج ا ص ۲۱۷) ابن بطال بھی کہتے ہیں کہ تمام اہل مذاہب کہ جن کے مذہبوں کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان کے علاوہ تمام علمائے اسلام سوائے ابن حزم کے (جو کہ ظاہری غیر مقلد ہیں) بلند آواز سے تکبیر و ذکر کے مستحب نہ ہونے پر اتفاق رکھتے ہیں۔

امام مالک سے روایت ہے کہ یہ نو ایجاد عمل (یعنی بعد کی پیداوار) ہے۔ تفصیل کے لئے علامہ عینی حنفی کی شرح بخاری دیکھنی چاہئے، علامہ عینی حنفی کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ذکر سے مراد اس حدیث میں تکبیر ہو، اس لئے کہ بخاری کی ایک اور روایت میں بجائے ذکر کے تکبیر کا لفظ ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ یہ واقعہ جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں شاید ایام تشریق کا ہو جن میں تکبیریں بلند آواز سے کہی جاتی ہیں۔ بہر حال اگر یہ حدیث دلیل بننے کے قابل بھی ہوئی تو بھی اس سے دوام اور ہمیشگی کے ساتھ اس عمل کا کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور تمام امت کے نزدیک اس سے مستحب ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا، سوائے ایک غیر مقلد ابن حزم ظاہری کے۔ اسی لئے علامہ نووی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا مطلب امام شافعی کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ کچھ عرصہ تک لوگوں کو تعلیم دینے اور ان کے سکھلانے کی غرض سے ذکر بالجہر ہوتا رہا، نہ یہ کہ انہوں نے اس پر دوام کیا (شرح مسلم ج ا ص ۲۱۷) اسی طرح علامہ ابن حجر فتح الباری میں (ج ۲ ص ۲۵۹) پر لکھتے ہیں: مختار بات صرف یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ذکر آہستہ کریں، ہاں مگر جب تعلیم اور سکھلانے کی ضرورت ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب مہذب سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا پڑھنا آواز بلند یہ تعلیم امت کے لئے تھا اور افضل آہستہ ہی پڑھنا ہے۔ خواہ یہ خطا ہو یا کچھ اور، ہاں تعلیم (سکھانے) کے لئے بلند آواز سے جائز ہے سیکھ جانے پر آہستہ افضل ہے (اشعۃ اللمعات ج ۲)

تفصیل بالا سے سوال نمبر ۱ کا جواب بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ محدثین اور فقہاء کو اس حدیث میں کیا کلام ہے؟ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو یہ حدیث شریف سرے سے دلیل ہی ہونے کے قابل نہیں ہے یا منسوخ ہے یا یہ واقعہ تکبیر تشریق کا ہے۔ اسی لئے تمام امت نے اس پر عمل نہیں کیا۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا عمل کیا؟ اس کا پتہ اس واقعہ سے ملتا ہے جس کو علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت سے

ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس بنا پر نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لاالہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں (شامی ج ۵ ص ۳۵۰)

خیر القرون میں بلند آواز سے ذکر نہیں کرتے تھے، بلکہ آہستہ ذکر کرتے تھے اسی کے مطابق فقہاء نے عمل کرنا بتلایا ہے، البتہ تعلیم کے لئے اگر کسی ذکر کو چندے بلند آواز سے کیا جاوے تو اس میں گنجائش ہے، دوام اور ہمیشگی کے ساتھ ایسا کرنا پوری امت کے نزدیک غیر مستحب ہے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو حاشیہ مشکوۃ میں شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کی شرح لمعات کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی چھوٹی عمر پر محمول کیا ہے کہ وہ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے یا آخری صفوف میں ہوتے تھے اور امام کی آواز ان تک نہیں پہونچتی تھی، واللہ اعلم۔

باقی احادیث میں بہت اذکار ہیں جن کا پڑھنا نمازوں کے بعد ثابت ہے مثلاً لاالــــہ الااللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وھوعلی کل شیئ قدیر ۔لاحول ولا قوۃ الاباللّٰہ لاالہ الااللّٰہ ولانعبد الاایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لاالہ الااللّٰہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ الکفرون (رواہ مسلم،مشکوۃ ص ۸۸)

مگر اس قسم کی احادیث سے ثابت شدہ اذکار کو علماء ذکر خفی پر محمول فرماتے ہیں، فتاویٰ بزازیہ میں ہے: المـذکر اذا دعا بدعاء الماثورۃ جھراً وجھرالقوم کی یتعلموا فلابأس واذا تعلموھم یکون جھرھم بدعۃ ’’تعلیم دینے والا جب دعاء ماثورہ سے بآواز بلند دعاء کرے اور لوگ سیکھنے کے لئے آواز سے پڑھیں تو حرج نہیں لیکن جب سیکھ جائیں تو اس وقت ان کا اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے‘‘ اسی لئے حنفیہ کے یہاں نماز کے بعد کی دعاء بھی آہستہ مستحب ہے۔مفتی مالکیہ شیخ محمد علی کے رسالہ ’’مسلك السادات الی سبیل الدعوات ‘‘میں ہے، ’’خوب سمجھ لو کہ مذاہب اربعہ میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لئے مستحب ہے‘‘(امداد الفتاوی ج ا ص ۵۴۹)

امام مسلم نے کتاب الذکر کے باب ’’آہستہ آواز سے ذکر مستحب ہونے میں‘‘ حضرت

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے لوگ بلند آواز تکبیر کہنے لگے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو نہ تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ کسی غائب کو، تم تو سمیع وقریب کو پکار رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے یہ روایت بخاری میں بھی ہے اور اس میں سمیع وبصیر کے الفاظ بھی ہیں۔

طبری کا قول ہے کہ اس حدیث میں ذکر ودعا سے آواز بلند کرنے کا مکروہ ہونا ثابت ہے تمام علماء سلف وخلف صحابہ اور تابعین کا قول ہے اسی پر سب کا عمل رہا ہے۔ آخر پونے چودہ سو سال تک کے مسلمان اونچی آواز سے نمازوں کے بعد بالالتزام ذکر کیوں نہیں کرتے تھے؟ اس کا کوئی جواز تو ہوگا اگر اونچی آواز سے ذکر کرنا حضور ﷺ کی سنت ہوتی تو یہ سب حضرات کیوں چھوڑ دیتے خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام تو ہرگز اس کو کبھی ترک نہ فرماتے۔ اگر یہ لوگ جو اس کو سنت کہتے ہیں واقعی حنفی ہوتے تو اس مسئلہ میں فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیتے جہاں پر فرض۔ واجب، سنت، مستحب اور ہر مکروہ تحریمی وتنزیہی تک لکھا ہوا ہے۔ اگر ایسا کرنا سنت یا مستحب ہوتا تو اس کا ذکر فقہ حنفی کی معتبر کتب میں ضرور ہوتا مگر افسوس کہ آج کل بعض لوگ خود کو حنفی کہلانے والے فقہ حنفی کو چھوڑ کر نئے غیر مقلد بن رہے ہیں اور حدیث یا آیت سے غلط استنباط تراش کر امام ابوحنیفہ کے تنقیح شدہ مذہب کے خلاف نئی بدعت میں لوگوں کو مبتلا کررہے ہیں اور نمازوں کے بعد ہمیشہ اونچی آواز سے ذکر ودرود شریف کو سنت کہہ کر تمام علماء احناف اور فقہائے امت کو صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین اور کل مسلمانوں پر پونے چودہ سو سال تک ترک سنت کی تہمت لگارہے ہیں، مزید براں ذکر کرنے والے کے لئے اس کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کے ذکر کی وجہ سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل نہ ہو۔ اور بہت زیادہ بلند نہ ہو۔ جیسا کہ شامی (ج ۵ ص ۱۹۶ اور ج ۵ ص ۳۵۰) میں ہے اب جو طریقہ نمازوں کے بعد ذکر بالجہر کا مروج ہے اس میں آواز بھی زیادہ بلند ہوتی ہے اور مسبوق لوگوں کی نماز میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، اس وجہ سے بھی یہ مروجہ طریقہ ممنوع اور ناجائز ہے۔

ما جلس قوم مجلسا لم یذکر اللّٰہ فیہ الخ سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ کوئی مجلس ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ سے خالی نہیں ہونی چاہئے اس میں بلند آواز اور آہستہ آواز دونوں برابر ہیں تو اب حدیث سے اونچی آواز سے ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ پر استدلال کرنا

بالکل ناجائز ہوگا۔ بلند آواز سے ذکر کرنا صرف انہی مواقع میں جائز ہے جہاں شرع میں وارد ہوا ہے جیسا کہ اذان اور تکبیر تشریق وغیرہ، اور جن مواقع میں شرع نے بلند آواز کرنے کا حکم نہیں فرمایا ایسے تمام مواقع میں آہستہ ذکر کا کرنا مستحب ہے تمام امت کا تعامل اس کی دلیل ہے۔

روضۃ الریاحین کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی گئی ہے اور اس میں "رفع بھا صوتہ" کے الفاظ ہیں، اس کی سند اگر صحیح ہو تو اس میں ہیئت اجتماعی کے ساتھ ذکر کا بیان نہیں ہے اور نماز کے بعد کی تخصیص بھی نہیں ہے اور دوام و ہمیشگی کا ذکر بھی نہیں ہے۔

تمام امت کے تعامل اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کے موافق جب نمازوں کے بعد اذکار کا اخفاء اور آہستہ پڑھنا مستحب ہے، تو اس پر ہی عمل کیا جاوے گا، اور روضۃ الریاحین کی اس حدیث میں نمازوں کے بعد کا ذکر نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر اس میں نمازوں کے بعد کا ذکر ہوتا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر کیوں نہ عمل کرتے۔

آیت قرآنی وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ الخ سے تو بلند آواز سے ذکر کرنے کی نفی ہو رہی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کرو اور اونچی آواز سے کم آواز کے ساتھ" اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ 'اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تو کسی لفظ سے اور کسی وقت بھی منع نہیں کیا جا سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بدعت کے طریقہ پر کرنے سے منع کیا جاتا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا بدعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ لہٰذا اونچی آواز سے انہی مقامات و مواقع میں پڑھنے کا حکم خاص ہوگا جہاں شریعت سے ثابت ہے اور اضحیٰ یعنی ایام تشریق میں ثابت ہے" (ج ۲ ص ۴۱) کنز الدقائق کی شرح "بحر الرائق" میں ہے کہ اللہ اکبر آہستہ کہنا افضل ہے جہازوں میں خوف کے وقت اور تلوار بازی کے کھیل کے وقت، ایسے میں بھی درود شریف آہستہ افضل ہے" (ج ۲ ص ۱۷۲) مدخل میں ہے "نمازوں کے بعد اونچی آواز سے ذکر و دعا کرنے سے بہت بچیں، اگر یہ جماعت کے ساتھ ہوگا تو بدعت میں سے ہوگا (فتاویٰ لکھنوی ج ا ص ۲۲۵) فقط واللہ اعلم۔

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ساہیوال ضلع سرگودھا ۲۱/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: سوانح حیات حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمہ اللہ مؤلف: مولانا سید قاسم شاہ بخاری
ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ صفحات: ۳۹۲ قیمت: درج نہیں ہے

زیر تبصرہ کتاب کا نام اور عنوان خود معنون کو واضح کر رہا ہے کہ یہ ایک در نایاب کی سوانح حیات ہے۔ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے اور آخری حصہ متفرقات کا ہے، سب سے آخر میں حضرت کی چند تحریرات کا عکس بھی شامل اشاعت ہے۔ شروع میں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم کا پیش لفظ بھی نہایت وقیع ہے۔ لطف یہ ہے کہ تقریباً حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یہ کتاب جامع ہے کیونکہ یہ حضرت کے صاحبزادہ جناب مولانا سید قاسم شاہ بخاری مدظلہ کی تالیف ہے وصاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ یہ کتاب ایک عظیم تحفہ ہے، اہل علم کو خاص طور پر اس کی قدر کرنی چاہئے۔

باب ہشتم میں حضرت کے بعض تفردات بھی ذکر کئے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی علمی مہارت سے نوازا تھا، لیکن قارئین کتاب پر لازم ہے کہ وہ ان مسائل میں فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ اقوال کی پابندی فرمائیں، ان تفردات پر عمل نہ کریں۔ ان مسائل میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف کے بعد فقہاء حنفیہ کا موقف بھی مدلل انداز میں لکھ دیا جاتا تو بہتر تھا، یکطرفہ موقف پڑھ کر بعض اوقات عام قاری مغالطہ کا شکار ہو جاتا ہے، آئندہ ایڈیشن میں اگر اس کا اضافہ ہو جائے تو بہتر ہے۔

نام رسالہ: جزاء الاعمال مؤلف: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
ناشر: مجلس صیانۃ المسلمین C/o جامع مسجد تھانے والی ہارون آباد ضلع بہاولنگر صفحات: ۶۳
قیمت: دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائی جاسکتی ہے۔

یہ رسالہ چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، پہلے باب میں گناہوں کے ۲۷ دنیوی نقصانات، دوسرے باب میں اطاعت وفرمانبرداری کے ۲۶ دنیوی فوائد، تیسرے باب میں گناہ اور سزائے آخرت اور چوتھے باب میں اطاعت اور ثواب آخرت کا تعلق بیان کیا گیا ہے۔ خاتمہ میں چند ایسی عبادات مذکور ہیں جن پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ باقی عبادات کی بھی توفیق ملے گی اور ایسے چھ گناہ بھی مذکور ہیں جن کو چھوڑنے سے ان شاء اللہ تقریباً تمام گناہ چھوٹ جائیں گے۔ الغرض یہ رسالہ گناہوں سے دوری اور اطاعت سے قرب میں ان شاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگا، جو ترجمان بنانے کے قابل ہے۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

یکم/ربیع الثانی بروز منگل؛ صدر جامعہ نے چک نمبر ۱۳۲ اور ۱۳۳ جنوبی ضلع سرگودھا میں اصلاحی درس دیا۔

۲/ربیع الثانی بروز بدھ؛ صدر جامعہ نے مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا کے اجلاس شوریٰ میں شرکت فرمائی۔

۵/ربیع الثانی بروز ہفتہ؛ صدر جامعہ نے مدرسہ ربیع القرآن فروکہ میں تقریب تکمیل قرآن کریم میں بیان کیا اور مدرسہ فتحیہ امدادیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس دیا۔

۸/ربیع الثانی بروز منگل؛ حضرت علامہ عبدالغفار صاحب تونسوی مدظلہم کا شعبہ تخصص فی الفقہ میں ردروافض کورس کے حوالہ سے امسال پہلے سہ روزہ کا آغاز ہوا۔

۱۱/ربیع الثانی بروز جمعۃ المبارک؛ صدر جامعہ مفتی محمد خالد صاحب کے مدرسہ دارالعلوم مری میں طلباء میں تقسیم انعامات کے سلسلہ میں مری تشریف لے گئے اور وہیں خطبۂ جمعہ بھی دیا۔

۱۰ تا ۱۵/ربیع الثانی بروز جمعرات تا منگل؛ صدر جامعہ کا یہ چھ روزہ دورہ اسلام آباد، راولپنڈی، مری، لاہور اور گوجرانوالہ مختلف امور کے سلسلہ میں ہوا، بطور خاص حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری اور استفادہ کا مقصد بھی پورا ہوا۔

۱۶/ربیع الثانی بروز بدھ؛ صدر جامعہ نے جامعہ حقانیہ للبنات موضع چکبندی تحصیل ساہیوال میں تعلیمی افتتاح کے موقع پر بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

۱۸/ربیع الثانی بروز جمعۃ المبارک؛ صدر جامعہ نے جامع مسجد حقانیہ تحصیل ساہیوال میں خطبۂ جمعہ دیا اور جامعہ حقانیہ میں عصر کے بعد درس قرآن کریم دیا۔

۱۹/ربیع الثانی بروز ہفتہ؛ صدر جامعہ کا کندیاں شریف میں ایک جلسہ کے موقع پر بصیرت افروز خطاب ہوا، حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب مدظلہم کی زیارت بھی ہوئی۔

۲۰/ربیع الثانی بروز اتوار؛ صدر جامعہ نے دارالاطفال سرگودھا کا سنگ بنیاد رکھا اور واپسی پر جامعہ حفصہ للبنات پٹھان کوٹ تحصیل ساہیوال میں اصلاحی درس دیا۔

۲۳/ربیع الثانی بروز بدھ؛ صدر جامعہ نے چک نمبر ۱۹۰ شمالی سرگودھا میں تکمیل قرآن کریم کے موقع پر اصلاحی درس دیا۔

۲۴/ربیع الثانی بروز جمعرات؛ عارف باللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم کا جامعہ حقانیہ تحصیل ساہیوال میں عصر کے بعد اصلاحی درس ہوا۔ صدر جامعہ نے شیخوپورہ میں بسلسلہ تکمیل ناظرہ قرآن کریم بصیرت افروز بیان فرمایا۔

۲۵/ ربیع الثانی بروز جمعۃ المبارک: صدر جامعہ نے احمد پور سیال میں خطبۂ جمعہ دیا اور عصر سے قبل تفصیلی خطاب فرمایا۔

۲۶/ ربیع الثانی بروز ہفتہ: جامعہ حقانیہ میں ششماہی امتحان کا آغاز ہوا جو ۲۹/ ربیع الثانی بروز منگل تک جاری رہا تحریری امتحان کے علاوہ تقریری امتحان بھی ہوا، طلباء نے نظم وضبط اور انتہائی ذوق وشوق سے امتحان میں شرکت کی۔

۲۷/ ربیع الثانی بروز اتوار: صدر جامعہ کا جامعہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تحصیل ساہیوال میں تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر اصلاحی درس ہوا۔

یکم/ جمادی الاولیٰ بروز بدھ: صدر جامعہ مدرسہ اویسیہ کے امتحان کیلئے عارف والا تشریف لے گئے اور اسی سفر کے دوران پاکپتن میں حضرت اقدس شیخ فریدالدین قدس سرہ کے مزار پر انوار پر بھی حاضر ہوئے۔

۲/ جمادی الاولیٰ بروز جمعرات: جامعہ ہٰذا کے صدر مدرس مولانا محمد ظفر اللہ صاحب مدرسہ علوم شرعیہ کے امتحان کے سلسلہ میں جھنگ تشریف لے گئے۔

۳/ جمادی الاولیٰ بروز جمعۃ المبارک: صدر جامعہ نے جامع مسجد حقانیہ تحصیل ساہیوال میں خطبۂ جمعہ دیا۔

۴/ جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ: مرید حسین نامی ایک شخص جس نے عرصہ آٹھ سال سے خفیہ طور پر مرزائیت قبول کی ہوئی تھی اپنے اعزہ واقرباء اور جامعہ ہٰذا کے اساتذہ کی موجودگی میں صدر جامعہ کے روبرو پیش ہوا، صدر جامعہ نے غلام احمد قادیانی کے دعاوی کاذبہ پر مدلل بیان کرتے ہوئے اس کے کفر وارتداد کو واضح کیا اور اسے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دی، چنانچہ مرید حسین نے مرزائیت سے براءت ظاہر کرتے ہوئے دین اسلام قبول کیا و الحمد للہ علی ذٰلک۔

۹/ جمادی الاولیٰ بروز جمعرات: صدر جامعہ نے ختم نبوت کنونشن سرگودھا میں شرکت فرمائی اور عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر انتہائی علمی وبصیرت افروز خطاب فرمایا جسے اہل علم حضرات نے بہت پسند کیا۔

۱۰/ جمادی الاولیٰ بروز جمعۃ المبارک: صدر جامعہ نے قاری مجیب الرحمٰن صاحب کی دعوت پر شادن لنڈ ضلع ڈیرہ غازیخان مسجد الکریم میں نماز جمعہ کا افتتاح فرمایا۔ عصر سے پہلے جامعہ اشرفیہ کالا کالونی میں بیان فرمایا۔ عشاء کے بعد تونسہ شریف بکی مسجد میں سالانہ کانفرنس سے عقیدۂ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر وقیع خطاب فرمایا۔

۱۵/ جمادی الاولیٰ بروز بدھ: جامعہ حقانیہ کے ششماہی امتحان کے نتائج کا اعلان ہوا، جامعہ کے صدر مدرس مولانا محمد ظفر اللہ صاحب نے طلباء کو قیمتی نصائح فرمائیں۔ مفتی محمد محسن صاحب مدرس جامعہ ہٰذا نے تفصیلی نتائج کا اعلان کیا، بحمداللہ تعالیٰ مجموعی طور پر نتیجہ بہت اچھا رہا۔ صدر جامعہ نے درجہ کتب اور درجہ قرآن کریم میں امتیازی درجات حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے اور طلباء واساتذہ کو قیمتی فرمودات وارشادات

سے بہرہ ور فرمایا ،صدر جامعہ کی دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی ۔

صدر جامعہ نے مدرسہ تجوید القرآن بلاک نمبر ۲۱ سرگودھا میں حفظ کے طلباء کی دستار بندی کے موقع پر بیان فرمایا۔

۱۶/ جمادی الاولیٰ بروز جمعرات ،جامعہ ہذا کے مدرس قاری سکندر حیات صاحب کے وجہ سے پانچ طلباء نے حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی ،اس موقع پر صدر جامعہ نے ان طلباء کو آخری سبق پڑھایا اور بصیرت افروز بیان فرمایا جس میں اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر دل ،زبان اور اعضاء وجوارح سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی ۔

۱۷/ جمادی الاولیٰ بروز جمعۃ المبارک ،صدر جامعہ نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں خطبہ جمعہ دیا اور نماز پڑھائی ۔جامع مسجد اللہ اکبر ایوب کالونی فیصل آباد میں مغرب کے بعد بیان فرمایا۔

۱۸/ جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ ،صدر جامعہ نے فیصل آباد سے واپسی پر چنیوٹ قیام فرمایا اور وہاں مدرسہ فتح العلوم اور دار العلوم حقانیہ تشریف لے گئے ۔مغرب کے بعد جھنگ تشریف لے گئے اور ناسازی طبع کی بنا پر مختصر ا بیان کے بعد واپسی ہوئی ۔

۲۰/ جمادی الاولیٰ بروز پیر ، صدر جامعہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے منعقدہ کانفرنس بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں شرکت فرمائی اور فتنۂ قادیانیت کے متعلق حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی خدمات پر بصیرت افروز بیان فرمایا۔

محمد فہیم ترمذی

نعت رسول مقبول ﷺ

ہیں بے قرار قلب و جگر آپ کے لئے
آنسو بہا رہی ہے نظر آپ کے لئے
پھرتا ہے کوئی شام و سحر آپ کے لئے

دشتِ جنوں میں خاک بسر آپ کے لئے
جس کی خبر پر اہلِ زمانہ کو ناز تھا
رکھتا نہیں ہے اپنی خبر آپ کے لئے
یوں ہی تڑپ تڑپ کے گزاری تمام عمر
درپیش آئے اب تو سفر آپ کے لئے
خودحاضری نصیب ہو، کب تک حضور! میں؟
قاصد کروں نسیمِ سحر آپ کے لئے
سرمایۂ حیات ہے میرے لئے یہی
مشکل نہیں ہے ایک نظر آپ کے لئے

دونوں جہاں کی راحتیں اس پر فدا فہیم
دل میں ہو اضطراب اگر آپ کے لئے